ابنِ صفی

جلد نمبر
35

جاسوسی دنیا

103- تباہی کا خواب

104- مہلک شناسائی

105- دھواں ہوئی دیوار

جاسوسی دنیا

جلد نمبر 35

103	تباہی کا خواب
104	مہلک شناسائی
105	دھواں ہوئی دیوار

ابن صفی

اسرار پبلی کیشنز

الکریم مارکیٹ، مین کبیر سٹریٹ

اردو بازار لاہور۔فون : 7321970 - 7357022

جملہ حقوق محفوظ

اس ناول کے نام ، مقام، کردار اور کہانی سے
تعلق رکھنے والے اداروں کے نام فرضی ہیں۔

پبلشر..........خالد سلطان
پرنٹر............یمانی پریس

سیل ڈپو: عثمان ٹریڈرز

الکریم مارکیٹ، مین کبیر سٹریٹ
اردو بازار لاہور۔فون : 7321970

جاسوسی دنیا نمبر 103

تباہی کا خواب

(پہلا حصہ)

[redacted]

پیشرس

جاسوسی دنیا کا ایکسو تیسرا ناول ''تباہی کا خواب'' ملاحظہ فرمائیے۔

کہانی کی ابتداء قاسم سے ہوتی ہے، لیکن پھر وہ مضحکہ خیز حالات آہستہ آہستہ سنجیدہ صورت اختیار کرتے چلے گئے ہیں اور اختتام پر آپ سوچیں گے کہ یہ کیا ہو گیا؟ اور پھر خود آپ کا ذہن ایک کہانی کی بنیاد ڈالنے لگے گا...... قاسم کی حماقت مآبیاں آپ کو ہنسائیں گی...... اور حمید صاحب تو ''سوتے جاگتے کی کہانی بن کر رہ گئے ہیں...... سوچتے ہی رہ جاتے ہیں کہ خود اس کہانی کو کہاں سے شروع کریں؟

بہرحال یہ خالص ''سسپنس'' کی کہانی ہے...... اور اگر آپ کا ذہن اس کے بعد کے واقعات خود بخود ترتیب دینے لگا ہے تو یقین رکھیے کہ اس کے بعد کی کہانی ''مار دھاڑ'' سے بھرپور ہو گی...... اور آپ کی اسی متوقع خواہش کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اس کے بعد کا ناول بھی خاص نمبر ہی ہو تا کہ آپ پوری طرح مطمئن ہو سکیں۔ اصل میں انگریزی کی اسپائی اسٹوریز پر مبنی فلموں نے بعض پڑھنے والوں کا ٹیسٹ بگاڑ دیا ہے اور وہ مجھ سے بھی یہی چاہتے ہیں کہ میرا ہیرو بھی ہر حال میں ''فولاد کا پٹھا'' ثابت ہو...... اوپر ہوائی جہاز نیچے توپیں۔ دائیں سمندر، بائیں آتش فشاں کبھی وہ بموں سے بچتا ہے کبھی توپ کے گولوں سے...... توپیں چلیں اور وہ دھم سے گر پڑا...... ارض و سما سمجھے شاید قصہ پاک ہوا لیکن ...... یہ کیا؟...... اس نے تو ایک توپ کے دہانے میں چھلانگ لگائی تھی اور اس کی دُم کی طرف سے نکل کر سمندر کی ایک کشتی میں جا بیٹھا...... توپیں منہ دیکھتی رہ گئیں...... ہوائی جہازوں نے منہ کی کھائی! آتش فشاں منہ پیٹنے لگا اور قاری کا منہ دیکھنے کے قابل...... لیکن ...... وہ ہیرو دوبارہ بھی منہ دکھاتا ہے...... میں باز آیا...... خدا مجھے معاف کرے! اور آپ اس قسم کی فرمائش کرنا چھوڑیئے۔ میں تو کہانی کی دلچسپی کا قائل ہوں کہ آپ کچھ ہی دیر کے لیے سہی...... اپنی الجھنوں سے نجات پا لیں...... اور بس!

ابنِ صفی

[redacted]

خوابوں کا بیوپاری

عجیب وضع کا آدمی تھا......

ڈھیلے ڈھالے لبادے میں ملبوس اور ایک لمبی سی چھڑی ہاتھ میں لیے چیخ رہا تھا......!

''اے لوگو! میں خوابوں کا بیوپاری ہوں۔ میری طرف آؤ، جیتی جاگتی زندگی کے دکھوں کا مداوا کرو۔ اے لوگو......!''

اور پھر اس کی آواز گھنٹیوں کے شور میں دب کر رہ گئی! تیراکوں کی جیت پر گھنٹیاں بجانے والے اس کی طرف کھنچ آئے تھے اور اسے ایک لفظ بھی نہیں بولنے دے رہے تھے۔ جیسے ہی وہ ایک جملہ پورا کر کے آگے کچھ کہنا چاہتا وہ نہ صرف گھنٹیاں بجاتے بلکہ منہ سے بھی بھانت بھانت کی آوازیں نکال کر اس کا مضحکہ اڑاتے اور وہ اس طرح ہونٹ بھینچ لیتا جیسے کوئی بردبار باپ اپنے ناسمجھ بچوں کو جھڑک دینے کے بجائے اپنی ہی بوٹیاں نوچ ڈالنے کے امکانات پر غور کرنے لگا ہو......!

ایگل بیچ کے ساحل پر تیراکی کے مقابلے جاری تھے۔ یہ سالانہ مقابلے ایک طرح کا موسمی تہوار سا بن کر رہ گئے تھے۔

ہفتوں ایگل بیچ پر میلا سا لگا رہتا۔ سارے ہٹ آباد ہوجاتے۔ اور ساحل پر جا بجا مقامی ہوٹلوں کی رنگ برنگی چھتریاں نظر آتیں۔ جن کے نیچے تیراک یا تماشائی سارا دن بیٹھے مختلف قسم کی تفریحات میں مشغول رہا کرتے......!

اتنے بڑے مجمع کو سنبھالنا صرف بیچ ہوٹل کے بس کا روگ نہیں تھا۔ اس لیے شہر کے

دوسرے اچھے ہوٹل یہاں اپنی گشتی سروس بھی شروع کرا دیا کرتے تھے۔ ان کی ٹرالیاں چاروں طرف دوڑتی پھرتیں......!

جا بجا بجلی سے چلنے والے جھولے نصب کئے جاتے جن کے گرد بچوں کی بھیڑ نظر آتی۔

کہیں بازاری دواءفروش مجمع لگاتے اور کہیں سپیرے بین بجاتے دکھائی دیتے......!

سپیروں کے قریب زیادہ تر غیر ملکی لوگوں کی بھیڑ نظر آتی! وہ ان کی تصویریں کھینچتے اوران سے زہر مہرے کے نام پر سیاہ رنگ کے چمکدار پتھر خریدتے......!

لیکن یہ خوابوں کا بیوپاری......؟

سرمئی رنگ کے لبادے میں عجیب لگ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں بڑی چمکیلی تھیں اور چہرے پر غیر معمولی صحتمندی کے آثار پائے جاتے تھے!......ڈھلکی ہوئی گھنی مونچھیں اس کی شخصیت کو کچھ اور زیادہ پراسرار بنا دیتی تھیں۔

دفعتاً اس نے اپنی لمبی سی چھڑی آسمان کی طرف اٹھائی اور پہلے سے زیادہ جوش وخروش کے ساتھ چیخنے لگا۔

گھنٹیاں بھی اسی مناسبت سے ہلائی جانے لگیں تھیں اورلوگ حلق پھاڑنے لگے تھے۔

اچانک ایک گرجدار آواز اس شور پر غالب آ گئی!

''چوپ راؤ سالو......نہیں تو ایک ایک کا کھون پی لوں غا......!''

اور پھر وہ مجمع میں سے نکل کر اس اونچی جگہ پر جا پہنچا جہاں خوابوں کا بیوپاری کھڑا اپنی چھڑی مسلسل لہرائے جا رہا تھا......!

اس کا یہ ہمدرد......گرانڈیل احمق قاسم تھا......!

اس نے مُکّا تان کر مجمع کو للکارا......''تم سب دفان ہو جاؤ یہاں سے......ورنہ...... ورنہ......پھر دیخ ہی لینا......!''

لوگ ایک ایک کر کے کھسکنے لگے۔ پہلوان نما آدمی کے تیور انھیں خطرناک نظر آئے تھے! ذرا ہی سی دیر میں وہ دونوں وہاں تنہا رہ گئے!

''مجھے کہنے دیجئے!'' خوابوں کا بیوپاری بڑی شائستگی سے بولا۔ ''آپ نے میرا مجمع خراب کر دیا......!''

''کیا مطلب......؟'' قاسم نے آنکھیں نکالیں۔

''آپ نے میرا بزنس تباہ کر دیا......! میرے خواب تباہ کر دیئے!''

''اے تم آدمی ہو یا......!''

''صبر صبر......!'' وہ ہاتھ ہلا کر بولا۔''پہلے پوری بات سن لیجئے......!''

''سناؤ......!'' قاسم نے سر جھٹک کر کہا۔

''یہ شور مچانے والے میری پبلسٹی کا ذریعہ ہیں......!''

''وہ کس طرح......؟'' قاسم کا غصہ تیز ہوتا جارہا تھا۔

''ان کے شور پر......دور دور کے لوگ اس طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ آخر آپ بھی تو ان کے شور ہی کی وجہ سے اس طرف کھنچے چلے آئے تھے......!''

قاسم دل میں تو قائل ہو گیا لیکن ظاہری طور پر اتنی جلدی ہار مان لینے میں اسے اپنی توہین نظر آئی!

''اے تم چار سو بیس ہو......سمجھے۔!'' اس نے جھلاہٹ کا مظاہرہ کیا......!

''اتنے سخت الفاظ استعمال نہ کیجئے......!''

''نہیں تو میں تمہیں حلوہ کھلاؤں گا خوش ہو کر......خوابوں کے بیوپاری ہیں..... ہینہ......!''

''جی ہاں......میں خوابوں کا بیوپاری ہوں......'' وہ تن کر بولا۔

''کسی اور کو بیقوف بنانا......!''

''مجھے افسوس ہے کہ پڑھے لکھے ہو کر اس قسم کی گفتگو کر رہے ہیں......!''

قاسم سوچنے لگا......اچھا تو کیا وہ صورت ہی سے پڑھا لکھا معلوم ہوتا ہے اگر یہ بات ہے تو اسے سوچ سمجھ کر گفتگو کرنی چاہئے......!

''اے تو مجھے سمجھاؤ نا......کسی طرح خوابوں کا بیوپار کرتے ہو......!''

''ہاں اب آپ نے قاعدے کی بات کی ہے۔ اچھا چلئے میرے ساتھ!''

''قہاں چلوں......!''

''میں بیچ ہوٹل کے ایک کمرے میں مقیم ہوں!''

''وہاں قیوں چلوں۔ یہیں بتاؤ نا......سب کے سامنے......!''

''کئی باتیں میری سیکریٹری بتائے گی!''

''تمہاری سیکریٹری......؟''

''جی ہاں......میری سیکریٹری......!''

قاسم اس طرح منہ چلانے لگا جیسے سیکریٹری پیٹ بھرنے کی کوئی چیز ہو

''اچھا وہ بوڑھی کھوسٹ......!'' اس نے اپنی دانست میں بڑی چالاکی کا ثبوت دیا۔

''جی نہیں......! اس کی عمر زیادہ سے زیادہ بیس سال ہو گی!''

''اچھا اچھا......تو وہ کسی اور کی سیکریٹری ہو گی۔ خیر جناب چلئے!''

بیچ ہوٹل یہاں سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا۔

کمرہ نمبر گیارہ میں پہنچ کر قاسم نے سوچا اچھا ہوا کہ بات بڑھی نہیں تھی ورنہ اتنی عمدہ سیکریٹری کیسے دیکھنے کو ملتی۔ لیکن یہ عورت تو کسی طرح معلوم ہی نہیں ہوتی...... بالکل لونڈوں کی طرح انگریزی بال کٹوا رکھے ہیں۔ ویسے ہے تگڑی......اسکرٹ کی بجائے پتلون پہنتی تو اور زیادہ اچھی لگتی......!

''تشریف رکھئے جناب......!'' خوابوں کے بیوپاری نے کہا اور قاسم چونک پڑا۔ کیونکہ وہ تو کمرے میں قدم رکھتے ہی سیکریٹری میں کھو گیا تھا۔

''جی ہاں...... جی ہاں......!'' اس نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور دھم سے صوفے پر بیٹھ گیا۔ اس کے بوجھ سے صوفے کے اسپرنگ بول اٹھے تھے......!

''آپ میرے بزنس کے بارے میں کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں!'' خوابوں کے بیوپاری نے پوچھا۔

''میں....میں....جی....آپ جو مناسب سمجھیں....معلوم کرا دیں، ہی....ہی....ہی.....!''

قاسم سیکرٹری کو دیکھ کر ریشہ خطمی ہوا جا رہا تھا۔

''میں خوابوں کا بیوپاری ہوں!''

''جی......اچھا......!'' قاسم نے سیکریٹری کو کنکھیوں سے دیکھتے ہوئے سعادت مندانہ انداز میں کہا۔

''آپ شاید مجھ سے بحث کرنے آئے تھے!''

''نہیں تو...... اللہ قسم...... یہ قیس نے کہہ دیا۔'' قاسم نے حیرت ظاہر کی۔

''پھر آپ کس لیے آئے ہیں؟''

''بیوپار دیکھنے......!''

''میں خواب فروخت کرتا ہوں!''

''کر دیجئے دو چار میرے ہاتھ فروخت......!'' قاسم نے دانت نکال دیئے اور وہ اب بھی بار بار کھنکھیوں سے سیکریٹری کو دیکھنے لگتا تھا۔

''کمال کرتے ہیں آپ بھی یہ تو پوچھئے کہ فروخت کس طرح کرتا ہوں۔''

''کوئی پرواہ نہیں۔ جس طرح بھی کرتے ہوں کر دیں......!''

''ہوں......!'' وہ طویل سانس لے کر کسی سوچ میں پڑ گیا پھر بولا۔

''کیا آپ نے کبھی کوئی ادھورا خواب دیکھا ہے۔''

''ادھورا خواب؟ ادھورا کیسا ہوتا ہے بھائی صاحب!''

''مطلب یہ کہ کبھی کوئی اچھا سا خواب دیکھتے دیکھتے آنکھ کھل گئی ہو اور آپ نے سوچا ہو کاش ابھی آنکھ نہ کھلتی اور خواب جاری رہتا......!''

''ہاں۔ ہاں۔ بہت دیکھے ہیں ایسے خواب!'' قاسم خوش ہو کر بولا۔

''کیا آپ ان خوابوں میں سے کسی کو دہرانا چاہتے ہیں......!''

''یعنی پھر سے دیکھنا چاہتا ہوں......!'' قاسم نے پوچھا۔

''جی ہاں...... یہی مطلب ہے......!''

''جرور...... جرور...... اگر ایسا ہے تو پھر آپ مجھے نوشابہ والا خواب دکھا دیجئے......!''

''نوشابہ والا......؟''

''جی ہاں...... جی ہاں...... ابھی پرسوں ہی نوشابہ کو خواب میں دیکھا تھا لیکن پوری طرح نہیں دیکھ سکا تھا۔''

''ہوں......!'' وہ پھر کسی سوچ مین پڑ گیا۔

اب وہ قاسم کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا لہٰذا قاسم کو موقع مل گیا کہ پھر اس کی سیکریٹری کو گھورنا شروع کر دے......!

یہ لڑکی دیسی ہی تھی لیکن اس نے بغیر آستینوں کا بلاؤز پہن رکھا تھا۔ خوبصورت بھی تھی اور صحت مند بھی......!

کچھ دیر بعد بیوپاری نے کہا۔ ''ڈھائی سو روپے!''

قاسم چونک پڑا اور اس طرح اسے دیکھنے لگا جیسے محض آواز پر چونکا ہو بات سمجھ میں نہ آئی ہو!

''ڈھائی سو روپے......!'' بیوپاری نے دہرایا۔

''لیقن......لیکن انھوں نے تو کچھ پوچھا نہیں۔'' قاسم نے شرما کر سیکریٹری کی طرف اشارہ کیا۔

''کیا مطلب؟''

''تم نے ہی تو کہا تھا کہ کچھ یہ بھی سمجھائیں گی!''

''اب کیا ضرورت ہے۔ آپ تو خود بخود ہی سب کچھ سمجھ گئے!''

''کھیر......کھیر......!'' قاسم سر ہلا کر بولا۔ ''مجھے دکھاؤ نوشابہ کا خواب!''

''چلئے......!'' خوابوں کا بیوپاری اٹھتا ہوا بولا۔

''کہاں چلوں؟''

''اپنے ٹھکانے پر جہاں آپ آرام سے لیٹ کر سو سکیں!''

''ارے میں تو یہاں......اس صوفے پر لیٹ کر سو سکتا ہوں!''

''جی نہیں...... یہاں مناسب نہیں ہے!''

''تو پھر چلئے......!'' قاسم اٹھتا ہوا مردہ سی آواز میں بولا۔

دروازے کے قریب پہنچ کر وہ پھر مڑا تھا اور سیکریٹری پر الوداعی نظر ڈالتے ہوئے اس نے ٹھنڈی سانس لی تھی۔

قاسم سوچ رہا تھا کہ اب اسے کیا کرنا چاہئے۔ یہ تو کچھ بھی نہ ہوا۔ ٹھینگے پر گئے خاب واب! میں تو سیکریٹری کو دیکھنے اور اس سے باتیں کرنے گیا تھا۔ یہ سالا بھلا خواب کیسے دکھائے گا۔

''ہاں کدھر چلوں جناب......؟'' دفعتاً خوابوں کے بیوپاری نے پوچھا وہ ہوٹل سے باہر

آ گئے تھے!

''میں کیا جانوں......!'' قاسم جھنجھلا گیا۔

''کیا بات ہوئی جناب؟''

''نہ ہوئی ہو......!'' قاسم نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔

''پھر آپ نے میرا وقت کیوں برباد کرایا۔''

''تم کس طرح دکھاؤ گے خواب!''

''آپ تو مطمئن ہو گئے تھے۔اب کیوں یہ سوال اٹھایا ہے!''

''مرضی کا مالک ہوں چاہے اٹھاؤں سوال، چاہے بٹھاؤں سوال!''

''آپ میرا مذاق تو نہیں اڑا رہے!''

''امے تم مجھے اُلّو بنا رہے ہو۔ پہلے کہا تھا کہ سقریٹری بھی بات کرے گی۔اب ٹہلا رہے ہو......!''

''پتہ نہیں آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔اگر آپ نے یہ نہ کہا ہوتا کہ ساری باتیں آپ کی سمجھ میں آ گئی ہیں تو شاید سیکرٹری ہی آپ کو سمجھاتی! میرے پاس اتنا وقت کہاں ہوتا ہے کہ کسی سے مفصّل گفتگو کر سکوں!''

''تو اب سمجھوا دو نا چل کر......!''

''آپ آخر چاہتے کیا ہیں......!''

''خواب دیکھنا چاہتا ہوں!''

''تو میں کب کہہ رہا ہوں کہ نہ دکھاؤں گا...... چلئے اپنے ٹھکانے پر!''

''اچھا چلو......!'' قاسم غرّایا۔

وہ اسے اپنے ہٹ میں لے آیا...... پورے علاقے میں دو چار ہی ایسے شاندار ہٹ رہے ہوں گے......!

''یہ آپ کا اپنا ہٹ ہے!''

''بالکل......!''

''خیر...... ہاں تو اب آپ سونے کی تیاری کیجئے!''

''یعنی کہ...... سلیپنگ سوٹ پہن لوں......!''

''یقیناً...... آپ کو آرام سے لیٹ جانا ہوگا......''

''اچھی بات ہے......'' قاسم نے کہا اور دوسرے کمرے میں چلا گیا!

آج کل وہ مستقل طور پر یہیں مقیم تھا۔ بیوی اپنے والدین کے پاس تھی۔ اس لیے کھلی چھٹی مل گئی تھی قاسم کو......!

تھوڑی دیر بعد وہ سلیپنگ سوٹ پہنے ہوئے کمرے میں داخل ہوا۔

''ہاؤں جی......اب پھر ماؤ......!'' اس نے خوابوں کے بیوپاری کو گھورتے ہوئے کہا۔

''تشریف رکھئے......دو چار باتیں اور ہیں۔''

''اماں تو کیا باتیں ہی کئے جاؤ گے۔ اسی لیے تو کہہ رہا تھا کہ دو چار باتیں سیکریٹری سے بھی کرا دو......!''

''فون ہے یہاں......؟''

''قیوں نہیں......!''

''اپنے ہٹ کا نمبر بتایئے سیکریٹری کو یہیں بلوائے دیتا ہوں!''

''بیاسی...... نمبر بیاسی......!'' قاسم خوش ہو کر بولا۔ ''اور آپ کیا پئیں گے جناب......! کافی یا چائے......!''

قاسم اسے بیڈ روم میں لایا......فون بھی وہیں تھا۔

اتنے میں کسی نے دروازے پر سے دستک دی۔

''ہائے کون آمرا اس وقت......!'' قاسم کراہا......اسے بیوی کا خوف تھا شہر سے باہر تو نہیں گئی تھی کسی وقت بھی مائیکے سے ادھر کا رخ کر سکتی تھی! وہ خوابوں کے بیوپاری کو بیڈ روم ہی میں چھوڑ کر صدر دروازے تک آیا۔ کسی نے پھر دستک دی۔ قاسم نے ایسا ہی منہ بنایا جیسے کوئی گھنی عورت خاموشی سے کسی پر کلکلائی ہو......!

دروازہ کھولا تو کھوپڑی ناچ کر رہ گئی!

سامنے کیپٹن حمید کھڑا مسکرا رہا تھا......!

''ہاں...... ہاں......!'' قاسم نے بھاڑ سا منہ کھول کر کہا۔ ''سب سالے اسی وقت آن

مریں گے......!''

''کیا کچھ دیر پہلے کوئی اور سالا بھی مر چکا ہے۔'' حمید کہتا ہوا اندر آ گیا۔ غالباً اس نے تاڑ لیا تھا کہ قاسم جھلاہٹ میں دروازہ بند کر دے گا۔

اس کے تیور ہی ایسے تھے......!

''چلے جاؤ...... یہاں سے......!'' قاسم دھاڑا۔

''تم آخر اتنے بداخلاق کیوں ہو رہے ہو!''

''ٹھینگے پر گیا اخلاق دوخلاق بس تم یہاں سے چلے جاؤ......!''

حمید نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ''یہاں کون ہے......؟''

''تمہارا باپ......!'' قاسم آنکھیں نکال کر بولا۔

''اچھا تو اب تم یہاں سے چلے جاؤ!''

''قیوں......!''

''باپ میرا ہے کہ تمہارا......!''

''میں کہتا ہوں...... بات نہ بڑھاؤ......!''

''اپنے باپ سے ملے بغیر نہیں جا سکتا۔ کئی سال سے ملاقات نہیں ہوئی!'' اتنے میں باہر سے ایک نسوانی آواز آئی۔ ''کیا ہٹ نمبر بیاسی یہی ہے!''

قاسم جھپٹ کر آگے بڑھا اور جلدی جلدی بولنے لگا۔ ''جی ہاں...... ترشیف...... تشریف لائیے......آپ کے وہ اندر بیٹھے ہوئے ہیں!''

''ارے تو وہ ہیں اندر......!'' حمید آہستہ سے بولا۔

''تم چپ رہو!'' قاسم پلٹ کر غرّایا۔

اور ایک الٹرا موڈرن لڑکی کمرے میں داخل ہوئی! حمید نے اس کا جائزہ لیتے وقت جلد جلد پلکیں جھپکائیں......!

''مسٹر ویلجاہ کہاں ہیں!'' لڑکی نے قاسم سے پوچھا۔

''وہ......ادھر ......وہاں......اس کمرے میں جائیے!'' قاسم نے بوکھلائے ہوئے انداز میں دوسرے کمرے کے دروازے کی طرف اشارہ کیا، لڑکی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

''تو یہ بات ہے!'' حمید نے طویل سانس لی۔

''تم سے مطلب؟''

''یہ مسٹر ولیجاہ کون ہیں؟''

''میں قہتا ہوں چلے جاؤ یہاں سے!''

''کیوں شامت آئی ہے!''

''اچھا تو تم قیا قر لو غے......!'' غصے میں قاسم آستین چڑھانے لگا۔

''ابھی بھیجتا ہوں......!'' حمید دروازے کی طرف مڑا۔

''قس قس ......کس قو......!''

''تم اچھی طرح جانتے ہو!'' حمید نے اس کی طرف مڑے بغیر کہا۔

''میں تو نہیں جانتا......!''

''یہ بھی کہہ دوں گا کہ اب تو وہ تمہیں جانتا تک نہیں!''

''قیوں گھپلا کر رہے ہو......!'' قاسم تھوک نگل کر بولا۔

''مسٹر ولیجاہ کی شکل دیکھے بغیر میں یہاں سے واپس نہیں جاؤں گا، سمجھے......!'' وہ کہتا ہوا قاسم کی طرف مڑا۔

''دیخ لینا......دیخ لینا......آہستہ بولو......!''

''چلو منظور......آہستہ ہی بولوں گا......!''

''بیٹھ جاؤ......!'' قاسم اسے صوفے کی طرف گھسیٹتا ہوا بولا۔

دونوں قریب قریب بیٹھ گئے اور قاسم کچھ کہنے کے لیے طرح طرح کے منہ بناتا رہا پھر بولا۔ ''ابے ہاں...... ہے تو بے وقوفی ہی......لیقن میں نے کہا دیکھوں تو کیا چکر ہے!''

''کوئی بھی چکر ہو......!'' حمید نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

''اے ہاں......!'' قاسم آہستہ سے رازدارانہ لہجے میں بولا۔ ''سالا کہتا ہے خواب دکھا سکتا ہوں!''

''اچھا......!''

''میں نے اس سے ایک خواب دیکھنے کو کہا......بس ہے ایک خواب اس کے بارے

میں نہیں بتاؤں گا۔ایک بار تھوڑا سا دیکھا تھا۔ بہت باقی رہ گیا تھا۔''

''ہوں......!'' حمید نے طویل سانس لے کر ہونٹ بھینچ لیے اور قاسم کہتا رہا۔'' وہ کہتا ہے تم سونے کے لیے لیٹ جانا۔ میں تمہیں وہی خواب پھر سے دکھادوں گا۔ پورا خواب...... بالکل پورا......!''

''اب مجھے ان کی زیارت بھی کرادو......!'' حمید نے کہا۔

قاسم کسی قدر پس وپیش کے بعد اسے اس کمرے میں لایا جہاں وہ دونوں موجود تھے۔

''یہ میرے حمید بھائی ہیں۔!'' قاسم نے جھینپے ہوئے انداز میں کہا۔

''اچھا......؟'' ولی جاہ کے لہجے میں لاپروائی تھی۔

''آپ کی تعریف......'' حمید نے پوچھا۔

''میں ولی جاہ ہوں......!'' اس نے پروقار لہجے میں کہا۔''اور یہ میری سیکریٹری عالیہ نریمان......!''

''آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی......!'' حمید نے سیکریٹری کی طرف مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

اس کا ہاتھ کسی ہچکچاہٹ کے بغیر قبول کیا گیا تھا اور ولی جاہ قاسم کی طرف متوجہ ہو گیا۔

''اب جلدی کیجئے......!'' اس نے کہا۔

''جی ہاں......جی ہاں......'' قاسم بولا۔

''آپ خواب دکھاتے ہیں۔'' حمید نے اس سے پوچھا۔

''جی ہاں......!'' پرسکون لہجے میں جواب دیا گیا۔

''اس کے لیے کونسا طریقہ اختیار کرتے ہیں آپ!''

''عمل تنویم......!''

''اچھا اچھا......لیکن یہ تو کسی خاص قسم کا خواب دیکھنا چاہتے ہے......!''

''یہ ان کی اپنی مرضی پر منحصر ہے۔جس وقت میں انھیں ٹرانس میں لا رہا ہوں گا جو کچھ سوچیں گے وہی خواب میں بھی دیکھیں گے!''

''تو قیا مجھے ہی سوچنا بھی پڑے گا......!'' قاسم نے پوچھا۔

[redacted]

''یقیناً جناب...... بھلا میں کیا جانوں کہ آپ کس قسم کا خواب دیکھنا چاہتے ہیں......!''

قاسم نے سیکریٹری کی طرف دیکھا، لیکن وہ دوسری طرف دیکھ رہی تھی لہٰذا پھر وہ ولی جاہ ہی کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔

وہ کہہ رہا تھا۔''اب آپ آرام سے بستر پر لیٹ جایئے!''

''اور...... اور...... انھیں کیوں بلوایا ہے۔'' قاسم نے شرمیلے انداز میں سیکریٹری کی طرف اشارہ کیا۔

''آپ بھول رہے ہیں جناب! آپ ہی نے اس پر اصرار کیا تھا ورنہ ان کی موجودگی ضروری نہیں تھی!'' ولی جاہ نے خشک لہجے میں کہا۔

''لیکن میری موجودگی یہاں ہر حال میں ضروری ہوگی۔'' حمید بولا۔

''قیوں...... نہیں...... قیوں نہیں......!'' قاسم نے فراخدلی کا مظاہرہ کیا......!

''اچھا اچھا...... بس لیٹ جاؤ۔'' حمید نے قاسم کا بازو پکڑ کر بستر کی طرف لے جاتے ہوئے کہا۔

دفعتاً قاسم کچھ سراسیمہ سا نظر آنے لگا۔ بس ذہنی رو ہی تو ہے! بہک گئی ہوگی اور پھر قاسم کی ذہنی رو......!

اس نے بڑی بے بسی سے کہا۔''حمید بھائی! تم میرے پاس ہی موجود رہنا......!''

''ہاں ہاں...... تم فکر نہ کرو......!''

قاسم لیٹ گیا۔ اور ولی جاہ بولا۔''اب آپ وہی سوچنا شروع کر دیجئے جو کچھ خواب میں دیکھنا چاہتے ہوں......!''

''تمہیں تو نہیں معلوم ہوگا کہ میں قیا سوچ رہا ہوں۔'' قاسم نے کھسیانی ہنسی کے ساتھ پوچھا۔

''جی نہیں...... بھلا مجھے کیونکر معلوم ہوگا۔''

''بس تو پھر ٹھیک ہے......!''

ولی جاہ نے کرسی آگے کھسکائی اور مسہری کے قریب اس طرح بیٹھ گیا کہ بہ آسانی قاسم کی آنکھوں میں دیکھ سکے!

''میں سوچ رہا ہوں!'' قاسم نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''آپ کو نیند آ رہی ہے......!'' ولی جاہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا آہستہ سے بولا۔

''آپ گہری نیند سو جائیں گے اور اپنا سوچا ہوا خواب دیکھیں گے......!''

قاسم نندا سی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھتا رہا۔

ولی جاہ کہہ رہا تھا۔''خواب کی تکمیل کے بعد آپ خود بخود جاگیں گے......آپ سو رہے ہیں......!''

قاسم کی آنکھیں بند ہو گئیں اور ولی جاہ کہتا رہا۔''نیند گہری ہوتی جا رہی ہے...... گہری......اور گہری......!''

پھر وہ اس کے بستر کے پاس سے ہٹ آیا اور حمید کو دوسرے کمرے میں چلنے کا اشارہ کرتے ہوئے اپنی سیکریٹری کو ساتھ آنے کو کہا۔

وہ تینوں نشست کے کمرے میں آ بیٹھے......!

''آپ تو بڑے باکمال آدمی ہیں جناب......!'' حمید بولا۔ سیکریٹری عالیہ نریمان اسے بھی اچھی لگی تھی......!

ولی جاہ کچھ نہ بولا۔ اس کی چمکیلی آنکھیں کسی سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں......!

''آدمی بیوقوف معلوم ہوتا ہے۔!'' وہ تھوڑی دیر بعد بڑبڑایا۔''دولت مند بھی ہے...... اس سے کام نکل سکتا ہے......!''

''جی......!'' حمید چونک کر اسے گھورنے لگا۔

وہ بھی اب حمید کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

''کیا آپ نے مجھ سے کچھ پوچھا۔''

''اس سے کون سا کام نکل سکتا ہے۔ آپ کا......!''

''وہ میری مدد کر سکتا ہے! اگر چاہے گا تو بزنس میں بھی حصہ دے دوں گا......!''

''بزنس......کس قسم کا بزنس......!''

''میرا اپنا بزنس! یہی جو کر رہا ہوں!''

''کیا اس نے معاوضہ ادا کر دیا......!'' عالیہ نریمان نے انگریزی میں پوچھا۔

''نہیں ابھی نہیں...... میں نے اس سے ڈھائی سو کہے تھے۔ جتنا اس کا جی چاہے گا دے دے گا۔ میں اس سے بحث نہیں کروں گا۔''

''ڈھائی سو! ایک خواب دکھانے کے......!'' حمید نے حیرت سے کہا۔

''جی ہاں...... کیوں کیا یہ زیادہ ہے......!''

''عقل کے ناخن لیجئے جناب......کون ایک ماہ کی تنخواہ ایک خواب کے عیوض آپ کے حوالے کر دے گا۔''

''ڈھائی سو والے جاگتے ہی میں خواب دیکھ لیتے ہیں انہیں اسکی ضرورت نہیں۔ اور پھر میرا کام بڑی وسعت رکھتا ہے۔ میں گمشدہ چیزیں تلاش کرنے میں بھی مدد دے سکتا ہوں۔''

''وہ کیسے جناب؟''

''بسا اوقات کوئی بہت ہی قیمتی چیز کہیں رکھ کر بھول جاتے ہیں آپ کو خواب کے ذریعہ یاد دلایا جا سکتا ہے کہ وہ چیز کہاں رکھی تھی۔''

''ہاں یہ ہوئی کسی قدر کام کی بات......!''

''بہت وسعت ہے میرے طریق کار میں۔ لیکن افسوس یہاں ہر کام کے ماہر ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں! کوئی نہیں پوچھتا اور میں ایک فٹ پاتھی حکیم کی طرح جگہ جگہ مجمع لگاتا پھرتا ہوں!''

''اس کے باوجود بھی ایک سیکریٹری کے بغیر کام نہیں چلتا۔''

''اُوہ تو کیا میں بھوکوں مرتا ہوں۔!'' وہ برا سا منہ بنا کر بولا۔ ''اس عالم میں بھی سات آٹھ ہزار روپے ماہوار سے کم نہیں کماتا......!''

دفعتاً دوسرے کمرے سے قاسم کی چیخیں سنائی دیں۔

''ارے......ارے.... باپ رے......ارے میں نہیں ہوں...... ہائے ہائے...... مار ڈالا......ارے بچاؤ......بچاؤ......اللہ قسم ماف کر دو۔ ہائے......ارے......!''

سرخ دُھواں

پھر وہ تینوں ہی اس کمرے میں گھس پڑے تھے جہاں قاسم سویا تھا......!

سوتو وہ اب بھی رہا تھا لیکن بیٹھے بیٹھے...... چیخ بھی رہا تھا اور اس کے ہاتھ اس طرح خلاء میں ناچ رہے تھے جیسے چوٹیں بچانے کی کوشش کر رہا ہو......!

حمید نے آگے بڑھنا چاہا لیکن ولی جاہ نے اس کا بازو پکڑ لیا۔

''ٹھہریئے......!'' وہ آہستہ سے بولا۔''خود ہی بیدار ہونے دیجئے ورنہ ذہن پر برا اثر پڑے گا۔''

دفعتاً قاسم اسی حالت میں اچھل کر کھڑا ہو گیا اور اس کی آنکھیں بھی کھل گئیں......!

پہلے تو بوکھلائے ہوئے انداز میں ایک ایک کی شکل دیکھتا رہا۔ پھر آنکھیں ملنے لگا اور اب جو آنکھیں کھولیں تو ولی جاہ پر جھپٹ ہی پڑا۔

''ارے...... ارے......!'' ولی جاہ بوکھلا کر پیچھے ہٹ گیا اور حمید نے دونوں کے درمیان آتے ہوئے کہا۔''یہ کیا بدحواسی ہے۔ ہوش میں آؤ......!''

''نہیں ماف کروں غا۔ میرے ساتھ چار سو بیس ہوئی ہے۔ ہٹ جاؤ سامنے سے......!''

''تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔ سوتے سوتے غل غپاڑا مچانے لگے!''

''میں قہتا ہوں یہ چار سو بیس ہے!''

''جناب...... جناب......'' ولی جاہ کی آواز سنائی دی۔

''کھاموش رہو......تم جھوٹے ہو......!''

''آپ میری توہین کر رہے ہیں......!'' اب ولی جاہ بھی آگے بڑھتا ہوا چیخا......اور سیکریٹری اس کا بازو پکڑ کر پیچھے کھینچنے لگی۔

''ہاں...... ہاں......تم نے میرے ساتھ چار سو بیس کی ہے۔ میں نے کب کہا تھا کہ نوشابہ کے باپ کو بھی دکھا دو......!''

''کیا......؟'' حمید کا منہ کھل گیا۔

''ہاں...... ہاں......اس سالے نے مجھے غنڈوں سے گھروا لیا تھا۔''

''تم کیا بک رہے ہو......!'' حمید......اس کا شانہ پکڑ کر جھنجھوڑتا ہوا بولا......!

''اَمے ہاں۔ بس میں اس سے میٹھی میٹھی باتیں کرہی رہا تھا کہ اس کا باپ آ گیا اور سالے نے دھوکے سے گھیر لیا۔''

عالیہ ہنس پڑی۔ حمید بھی مسکرایا تھا لیکن ولی جاہ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔

دفعتاً وہ دہاڑا۔ ''آپ نے سونے سے پہلے اس کے بارے میں کیوں سوچا تھا؟''

''مم...... ہاں سوچا تو تھا۔''

''پھر مجھے کیوں الزام دے رہے ہیں!'' وہ پہلے ہی کے سے انداز میں چیخا......!

''یہ نوشابہ کون ہے؟'' حمید نے قاسم کے شانے پر ہاتھ مار کر پوچھا۔

''ہے! تم نہیں جانتے!'' قاسم نے ولی جاہ کی طرف سے توجہ ہٹائے بغیر کہا۔

وہ کسی سوچ میں پڑ گیا تھا۔ پھر وہ سر تھامے ہوئے بستر پر جا بیٹھا۔

وہ تینوں ہی اب اسے حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد قاسم بستر سے اٹھا اور ہینگر پر لٹکے ہوئے کوٹ کی جیب سے پرس نکال کر ان کی طرف آیا۔

''یہ لو ڈھائی سو روپے......پچھلے خواب کے......اور یہ ڈھائی سو پیشگی دوسرے خواب کے......اب کے نپٹ لوں غا......سالوں سے......چلو پھر سلاؤ......دھوکے سے مار لیا تھا حرامیوں نے......اب دیکھوں غا......!''

''دماغ خراب ہوا ہے......!'' حمید نے آنکھیں نکالیں۔

''میں سچ کہتا ہوں کسی کی بھی نہیں سنوں غا۔ آخر سالوں نے سمجھا کیا ہے......میں کوئی دبلا پڑتا ہوں کسی سے......!''

''قاسم......قاسم......ہوش میں آؤ......!'' حمید نے اسے جھنجھوڑ ڈالا۔

''تعلقات خراب ہو جائیں گے۔ اگر اس معاملے میں دخل دیا۔'' قاسم اسے خونخوار آنکھوں سے گھورتا ہوا بولا۔

تیور بڑے خراب تھے۔ اس کی یہ حالت حمید کے لیے نئی نہیں تھی! وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اب کسی کی نہیں سنے گا۔ جو ٹھانی ہے کر گزرے گا......!

دفعتاً ولی جاہ نے حمید کے شانے پر تھپکی دی اور وہ اس کی طرف مڑا۔

ولی جاہ اسے الگ لے جا کر آہستہ سے بولا۔ ''واقعی آپ خاموش ہی رہیے جو کہہ رہے ہیں۔ وہی کریں گے۔ میں انہیں دوبارہ ٹرانس میں لاؤں گا۔ اگر ان کی یہ خواہش نہ پوری ہوئی تو ہوسکتا ہے پاگل ہی ہو جائیں......!''

''بہت بہتر......'' حمید غرایا۔ ''پانچ سو تو آپ کی جیب میں پہنچ چکے ہیں......!''

''جہالت کی باتیں نہ کرو'' ولی جاہ نے کہا۔ دونوں کی نظریں ملیں اور حمید کے سارے جسم میں جھناکا سا ہوا اور اسے اپنی توانائی زائل ہوتی محسوس ہوئی۔

وہ چپ چاپ ایک طرف ہٹ گیا۔ ولی جاہ آہستہ آہستہ قاسم کے بستر کی طرف بڑھتا رہا اور کچھ دیر بعد ایک بار پھر وہ اسے ٹرانس میں لانے کی کوشش کرتا نظر آیا۔

قاسم چپ چاپ لیٹا پلکیں جھپکا رہا تھا۔ دس منٹ گزر گئے لیکن اس پر نیند طاری نہ ہوئی۔ آخر ولی جاہ نے جھنجھلا کر کہا۔ ''اب ان لوگوں کے بارے میں سوچنا چھوڑ دیجئے۔ صرف یہ سوچئے کہ آپ کو نیند آرہی ہے۔''

قاسم نے سر کو جنبش دی اور خاموشی سے اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔

اب آہستہ آہستہ اس کی آنکھیں پھر نیند کے غبار سے دھندلانے لگی تھیں۔ دیکھتے دیکھتے وہ دوبارہ سو گیا اور وہ تینوں پھر نشست کے کمرے میں آ گئے!

''کیا آپ انکم ٹیکس ادا کرتے ہیں۔'' حمید نے ولی جاہ سے پوچھا۔

''اگر آپ کا تعلق اس محکمے سے ہو تو آپ کو دس خواب مفت دکھانے کے لیے تیار ہوں۔'' ولی جاہ مسکرا کر بولا۔

''شکریہ......میں عملی آدمی ہوں۔ خواب نہیں دیکھتا۔''

''عملی آدمیوں کی تھکن بھی خواب ہی اتارتے ہیں!''

''پھر بھی آپ کا یہ بزنس پوری طرح میری سمجھ میں نہیں آیا۔''

ولی جاہ حمید کی سنی ان سنی کر کے اپنی سیکریٹری کی طرف متوجہ ہو گیا......!

''تم اب جا سکتی ہو......!''

وہ اٹھی اور باہر نکل گئی! حمید نے مناسب نہ سمجھا کہ قاسم کو اس حال میں چھوڑ کر اس کے پیچھے جائے۔ ورنہ وہ ایسی چیز نہیں تھی کہ حمید کچھ دور تک اس کا تعاقب نہ کرتا۔

''ہاں تو مسٹر ولی جاہ.....'' وہ پائپ میں تمبا کو بھرتا ہوا بولا۔

''آپ اس سے پہلے کہاں پائے جاتے تھے......!''

''کیا آپ میرا مذاق اڑانے کی کوشش کر رہے ہیں!''

قبل اس کے حمید کوئی جواب دیتا عالیہ نریمان بوکھلائی ہوئی دوبارہ کمرے میں داخل ہوئی...... بری طرح ہانپ رہی تھی...... ایسا لگتا تھا جیسے بہت تیز دوڑتی ہوئی آئی ہو......!

''کیا بات ہے......؟'' ولی جاہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

''سرخ دھواں......!'' وہ بدستور ہانپتی ہوئی بولی۔

''کہاں......؟''

''مشرق کی طرف......!''

ولی جاہ دروازے کی طرف جھپٹا۔ لیکن عالیہ جہاں تھی وہیں کھڑی رہی، حمید اسے بغور دیکھے جا رہا تھا اور وہ نظریں چرا رہی تھی۔ دفعتاً وہ دروازے کی طرف مڑی۔

''ٹھہرو......!'' حمید ہاتھ اٹھا کر بولا۔

''کیا......؟'' وہ اس انداز میں پلٹی تھی جیسے اسے کچا ہی کھا جائے گی۔

''تم نہیں جا سکتیں۔''

''کیا مطلب......؟''

''جب تک وہ بیدار نہیں ہوتا تم یہیں رکو گی!''

''ضروری نہیں ہے......!''

''اگر بیدار ہونے کے بعد وہ ہوش میں نہ رہا تو!''

''کچھ بھی ہو۔ مجھ پر اس کی ذمہ داری نہ ہو گی......!''

''تمہارا باس کہاں گیا؟''

''میں نہیں جانتی......!''

''میری طرف دیکھو...... میں بہت برا آدمی ہوں۔''

''دنیا میں بے شمار برے آدمی ہوں گے۔ پھر مجھے کیا......!''

''کیا مسٹر ولی جاہ واپس آئیں گے......؟''

''مرضی کے مالک ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ واپس آئیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ نیویارک فلائی کر جائیں......!''

''کیا مطلب......؟''

''نیویارک کا مطلب نیویارک ہی ہو سکتا ہے واشنگٹن نہیں......!''

''زندہ دل معلوم ہوتی ہو......!'' حمید مسکرایا۔

''لیکن اگر وہ سچ مچ نیویارک فلائی کر گئے تو میرے لیے بیروزگاری کا مسئلہ مصیبت بن جائے گا۔''

''کیا سچ مچ نیویارک......؟''

''یقین کیجئے......! وہاں ان کا بزنس بہت چمکے گا۔ کرائے میں صرف چار سو کی کمی تھی......اس وقت ایکسو سے بھی زیادہ مل گئے ہیں۔''

''اور تم بے روزگار ہو گئیں......!''

اس نے مغموم انداز میں سر کو جنبش دی۔

''یہ تو اچھا نہیں ہوا......!''

''مقدارات جناب......!'' اس کی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے۔

''لیکن یہ سرخ دھواں کیا چیز تھی......!''

''سرخ دھواں......!'' عالیہ نریمان نے ٹھنڈی سانس لی اور خاموش ہو گئی۔

''آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔'' حمید نے کچھ دیر بعد کہا۔

''کیا جواب دوں۔ میں سرخ دھواں کی بجائے سرخ بھیڑیا بھی کہہ سکتی تھی......؟''

''کیا مطلب؟''

''یہ اس لیے تھا کہ مسٹر ولی جاہ اچانک اٹھیں اور یہاں سے چل دیں!''

''اوہ......تو یہ فراڈ......!''

''پلیز......!'' وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ ''اسے آپ فراڈ نہیں کہہ سکتے......!''

''آنکھوں میں دھول جھونکتے ہیں آپ لوگ!'' حمید کی کنپٹیاں گرم ہو گئیں۔

''اوہو......اگر اپنی جان بچانے کے لیے کوئی بھاگ نکلے تو اسے فراڈ کیونکر کہیں گے۔''

''آپ کیا کہنا چاہتی ہیں؟''

''میں یہ عرض کرنا چاہتی ہوں کہ اس بار وہ صاحب پتہ نہیں اپنے خواب میں کیا چیز شامل کرلیں اور آنکھ کھلتے ہی دوڑ پڑیں ہپناٹسٹ پر...... آپ خود سوچئے......!''

''اُوہ......!''

''پچھلی بار ایسا ہی ایک واقعہ ہو چکا ہے۔ مسٹر ولی جاہ نے کافی بلندی سے کود کر اپنی جان بچائی تھی۔''

''آپ بیٹھ جائیے۔ کھڑی کیوں ہیں۔''

''شکریہ......!'' وہ بیٹھتی ہوئی بولی۔ ''مسٹر ولی جاہ کا پیشہ حقیقتاً بہت خطرناک ہے......!''

''کچھ کچھ سمجھ رہا ہوں......!'' حمید نے بیڈروم کے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ویسے اسے اچھی طرح محسوس ہو رہا تھا کہ عالیہ نریمان ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھ رہی ہے۔

دفعتاً بیڈروم سے ہلکی ہلکی غراہٹ کی آواز آنے لگی تھی۔ حمید اٹھ کر دروازے کی طرف جھپٹا۔ قاسم بستر پر چت پڑا تھا اور غراہٹ کی آوازیں اس کے حلق سے نکل رہی تھیں۔

عالیہ بھی حمید کے پاس آ کھڑی ہوئی اور آہستہ سے بولی۔ ''کیا آپ مجھے بچالیں گے!''

''میں نہیں سمجھا! آپ کیا کہنا چاہتی ہیں......!''

''مطلب یہ کہ ہوسکتا ہے وہ پھر اپنی توقعات کے خلاف کچھ دیکھ کر بھڑک اٹھیں....!''

''آپ سے کیا سروکار......!''

''میں بہرحال مسٹر ولی جاہ سے متعلق ہوں!''

''ارے نہیں۔ عورتوں کے معاملے میں وہ بے حد فراخ دل واقع ہوا ہے۔ ویسے یہ ممکن ہے کہ اب آپ کے بارے میں کوئی خواب دیکھنے پر اصرار کر بیٹھے۔''

دفعتاً قاسم چیخ مار کر اچھلا اور پھر دوبارہ اس طرح بستر پر ڈھیر ہوگیا جیسے کسی نے اس پر حملہ کر کے گرا دیا ہو.... لیکن اس بار اس کی آنکھیں کھلنے میں دیر نہیں لگی تھی۔

''پھر کھپلا ہوگیا۔'' وہ آہستہ سے بولا۔

عالیہ اور حمید بستر کے قریب آ گئے تھے۔

''اب کیا ہوا......؟'' حمید نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

قاسم اٹھ بیٹھا اور کھسیانی ہنسی کے ساتھ بولا۔ ''سالا اپنا مقدر ہی کھراب ہے......!''

''کیا ہوا جناب؟'' عالیہ نے کانپتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

''جی کچھ نہیں......وہ......وہ......کہاں ہیں......؟''

''آپ مجھے بتایئے......کیا بات ہے......!''

''اس بار میں نے نقاب پوش بن کر سالوں پر حملہ کیا تھا۔ بڑے زور کی لڑائی ہوئی۔ ایسی تلوار چلائی ہے......میں نے کہ بس مزا آ گیا۔لیقن لیقن......!''

''لیکن کیا......؟'' حمید دہاڑا۔

''اماے تو مجھ پر قیوں آنکھیں نکالتے ہو۔ میں نے ہرگز نہیں سوچا کہ آخر میں نوشابہ ہی میرے سر پر لٹھ رسید کر دے......!''

یہ جملہ مکمل کرتے ہی اچانک قاسم کا موڈ خراب ہو گیا اور وہ بہت زور سے دہاڑا۔

''کہاں غیا وہ کھوابوں کا بیوپاری۔''

''پوری بات بتاؤ......!'' حمید اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

''میں نے ہرگز نہیں سوچا تھا...... بالکل نہیں سوچا تھا......!''

''کیا نہیں سوچا تھا......!''

''میں نقاب پوش بن کر نوشابہ کے باپ اور اس کے غنڈوں سے جنگ کر رہا تھا۔ اچانق نوشابہ نے پیچھے سے میرے سر پر لٹھ مار دیا......!''

''پلیز......اچھا اب میری بات سنیئے......!'' عالیہ بولی۔

''جی آپ کی بات...... جرور سنوں گا'' قاسم کا موڈ جتنی تیزی سے خراب ہوا تھا اتنی ہی تیزی سے سُدھر بھی گیا۔ دانت نکلے پڑ رہے تھے!

''یہ نوشابہ کون ہے......؟''

''جی......جی......میری ایک گرل فرینڈ......!''

''اس کے باپ سے آپ کے کیسے تعلقات ہیں!''

''تعلقات ہی نہیں ہیں۔''

''وہ کیا کرتے ہیں......!''

''پہلوان ہیں......دودھ کا کاروبار کرتے ہیں!''

''نوشابہ کی تعلیم کہاں تک ہے!''

''ساتویں کلاس تک پڑھی ہوئی ہے......!''

''کیا اس نے کبھی آپ سے کہا تھا کہ وہ آپ کے سر پر لٹھ رسید کر دے گی......!''

''اجی......ہی ہی ہی......وہ کہا ہی کرتی ہے......جب مسقرا کراس قی طرف دیختا ہوں......چنچنا کر یہی تو کہتی ہے۔''

حمید دونوں ہاتھوں سے سر تھامے بیٹھا تھا۔

''بس تو پھر جناب! جب بھی آپ سونے سے قبل اس کے بارے میں سوچتے اس کا لٹھ آپ کے خواب میں ضرور شامل ہو سکتا تھا۔ لیکن یہ کیسی گرل فرینڈ ہے جو محض مسکرا کر دیکھنے سے لٹھ مار دینے کی دھمکی دیتی ہے......!''

قاسم کچھ نہ بولا۔ اب حمید اسے گھور رہا تھا۔

''قیا بات ہے......!'' قاسم نے جھینپے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

''اب سچ مچ تمہاری شامت آ گئی ہے......!''

''قیوں......؟'' قاسم کو پھر غصہ آ گیا۔

''جوتے کھانے کے خواب تو میں ہی دکھا سکتا تھا تم نے ناحق پانچ سو برباد کئے......!''

''اے......جبان......سنبھال کے۔'' قاسم اٹھ کھڑا ہوا۔

''میرا مطلب نہیں سمجھے......!''

''میں کچھ نہیں سمجھنا چاہتا......چلے جاؤ یہاں سے......!''

''چلئے اٹھئے......'' حمید نے اٹھتے ہوئے عالیہ سے کہا۔

''نہیں یہ نہیں جائیں گی......!''

''دماغ خراب ہوا ہے۔''

''جناب! میں یہاں رک کر کیا کروں گی!'' عالیہ بولی۔

''میں ایک خواب اور دیکھنا چاہتا ہوں۔''

''میں تو نہیں دکھاتی خواب......مسٹر ولی جاہ تشریف لے گئے......!''

''انھیں بلا لائیے......!''

عالیہ نے بے بسی سے حمید کی طرف دیکھا۔

''وہ نیویارک تشریف لے گئے اور جانے سے پہلے مجھے انکا اسٹنٹ بنا گئے ہیں۔''
حمید نے عالیہ کی طرف دیکھ کر کہا۔

''میں کہتا ہوں چلے جاؤ یہاں سے۔''

''جا تو رہے ہیں......!''

''صرف تم......!'' قاسم آنکھیں نکال کر بولا۔

دفعتاً وہ تینوں ہی چونک کر دروازے کی طرف مڑے۔

ایک اجنبی کھڑا انہیں گھور رہا تھا۔

اس کے ہاتھ میں ریوالور بھی تھا اور ریوالور کا رُخ عالیہ نریمان کی طرف تھا۔

''ولی جاہ کہاں ہے؟'' اس نے کڑک کر پوچھا، زبان انگریزی استعمال کی تھی اور وہ غیر ملکی ہی معلوم ہوتا تھا۔

''میں نہیں جانتی......!'' عالیہ نے بڑی لاپرواہی سے جواب دیا۔

''تم سب ہاتھ اٹھاؤ......!'' اجنبی نے ان دونوں کو بھی للکارا......اور ان کے ہاتھ اٹھ گئے......عالیہ نے بھی ہاتھ اٹھا دیئے تھے۔

''تم تنہا تو نہیں ہوسکتیں!'' اجنبی زہریلے لہجے میں بولا۔

''مجھے جو کہنا تھا کہہ چکی۔''

''یہ لوگ کون ہیں؟''

''ہمارے گاہک......!''

''کیوں......؟'' وہ قاسم اور حمید کی طرف دیکھ کر غرایا۔

''یہ ٹھیک کہہ رہی ہیں......!'' حمید بولا۔

''کیا ولی جاہ یہاں نہیں ہے۔''

''نہیں......کچھ دیر پہلے یہیں تھا۔''

وہ الٹے پاؤں کمرے سے نکل گیا۔ اسی طرح کہ ریوالور کا رُخ انھیں کی طرف رہا۔ پھر

اس نے دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔ ''اگر پانچ منٹ سے پہلے کسی نے بھی باہر نکلنے کی کوشش کی تو زندگی سے ہاتھ دھوئے گا......!''

دروازہ بند ہوگیا اور وہ جہاں تھے وہیں کھڑے رہے۔

جھگڑا بڑھ گیا

قاسم کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اسے اپنے گردوپیش کی خبر ہی نہ ہو۔ بس پلکیں جھپکائے بغیر سامنے والی دیوار کو گھورے جا رہا تھا......!

دفعتاً حمید نے محسوس کیا کہ عالیہ بھی وہاں سے جلد از جلد نکل بھاگنے کی فکر میں ہے...

حمید نے اسے گھور کر دیکھا اور وہ بغلیں جھانکنے لگی۔

''اب کیا خیال ہے۔'' حمید نے اسے مخاطب کیا۔

''میں یہاں سے جانا چاہتی ہوں۔''

''اگر وہ باہر سے دروازہ بولٹ نہ کر گیا ہو تو ضرور جاؤ!'' حمید بولا۔ اور پھر اس نے قاسم کی آواز سنی۔

''اب آ کھری تمنا ہے!'' قاسم کا لہجہ دردناک تھا۔

''وہ بھی بیان کر دو......!'' حمید اس کے علاوہ اور کیا کہتا۔

''میں ایسی جگہ چلا جانا چاہتا ہوں جہاں تمہاری شکل نہ دکھائی دے۔'' قاسم حلق پھاڑ کر دھاڑا۔

''میرا قصور پیارے بھائی......؟'' حمید نے نرم لہجے میں کہا۔

''تم قیوں آئے تھے یہاں؟''

''تمہاری خیریت دریافت کرنے......!''

''میری خیریت کی......!'' قاسم نے بے تکان جملہ پورا کر دیا تھا یہ سوچے بغیر کہ ایک لڑکی بھی وہاں موجود ہے اور ہر قسم کی ''اردو'' سمجھ سکتی ہے......!

''شیطان بہرہ ہوگیا ہوگا۔ اس وقت!'' حمید نے ٹھنڈی سانس لی۔

''میں جاؤں گی......!'' عالیہ چیخ کر بولی۔

''آپ تو......آپ کو کوئی تقلیف نہ ہوگی۔'' قاسم ہکلایا۔''مم......میں دراصل غصے میں تھا۔ مافی چاہتا ہوں۔ آپ اس آدمی کو نہیں جانتیں جہاں یہ جاتا ہے اس کے پیچھے پیچھے پستول چلتے ہیں...... بندوقیں چلتی ہیں اب تو خدا مجھے بھی غارت کر دے اور اس کو بھی غارت کر دے......!''

''میں کچھ نہیں جانتی......!'' اس نے کہا اور دروازے پر ٹوٹ پڑی لیکن وہ حقیقتاً باہر سے بولٹ تھا۔

حمید قاسم کو آنکھ مار کر مسکرایا۔

''میں تمہارا سر پھاڑ دوں گا اغر اب مجھے آنخ ماری!''

دفعتاً عالیہ ان کی طرف مڑ کر سخت لہجے میں بولی۔''اگر دروازہ نہ کھلا تو میں چیخنا شروع کر دوں گی۔''

''اللہ قسم ایسا نہ کیجئے گا۔'' قاسم نے ہانپتے ہوئے کہا۔''پتہ نہیں لوگ کیا سمجھیں گے۔''

''لوگ اتنے اُلّو نہیں ہیں کہ تمہارے بارے میں کچھ سمجھیں گے!'' حمید ہنس کر بولا۔

''قیا مطلب......؟''

''قچھ بھی نہیں......'' حمید نے اسی کے لہجے کی نقل اتار دی۔

عالیہ پھر پلٹ کر دروازہ پیٹنے لگی تھی۔

''بس......!'' اچانک حمید ہاتھ اٹھا کر غرّ ایا۔ اسکے لہجے میں یہ تبدیلی فوری طور پر عالیہ کے ہاتھ روک دینے کا باعث بنی تھی۔ لیکن اس نے قہر آلود نظروں سے حمید کی طرف دیکھا۔

''کتنی دیر تک بیوقوف بنانے کی کوشش کرتی رہو گی۔''

''کیا مطلب......؟''

''تم ایک ٹھگ کی سیکریٹری ہو! کچھ اور لوگ بھی اس طرح اس ٹھگ کی تلاش میں ہیں کہ دوسروں سے پوچھ گچھ کرتے وقت ریوالور تک نکال لیتے ہیں۔''

''میں نہیں جانتی......کہ یہ آدمی کون تھا۔''

''سلاخوں کے پیچھے پہنچ کر ہی تمہاری یادداشت کارآمد ثابت ہو سکے گی۔''

''اے جاؤ.....'' قاسم دخل دے بیٹھا۔ ''بڑے آئے سلاخوں ولاخوں والے...... یہ میری سیکریٹری ہیں......!''

''بکواس مت کرو......!'' احمید سخت لہجے میں بولا۔

''اچھا جی......!''

''قاسم ہوش میں رہو!''

''نہیں...... میں نے تو کنستر بھر پی رکھی ہے۔ بھلا ہوش میں کیسے رہوں غا......لیکن تم چلتے پھرتے نظر آؤ...... جاؤ......!''

''تمہارے بھی ہتھکڑیاں لگا دوں گا......!''

''لغا کر تو دیکھو......!''

''آپ کون ہیں جناب......!'' عالیہ نے بوکھلائے ہوئے انداز میں پوچھا۔

''ایک پولیس آفیسر......!''

''تم فکر نہ کرو......!'' قاسم سر ہلا کر بولا۔ ''ہوگا پولیس آفیسر میں سب دیخ لوں گا۔''

''اگر آپ پولیس آفیسر...... ہیں......!'' عالیہ نے ڈھیلے ڈھالے لہجے میں نامکمل جملہ ادا کیا اور مردہ سی چال کے ساتھ پھر کرسی پر آ بیٹھی۔

''بالقل ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے......!'' قاسم بولا۔

''میں تحفظ چاہتی ہوں......!'' عالیہ نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔

''کس سے......؟''

''انھیں لوگوں سے جو اس کے خون کے پیاسے ہیں۔ شکاری کتوں کی طرح اس کی بو سونگھتے پھر رہے ہیں......!''

''یعنی......ولیجاہ کے خون کے پیاسے ہیں......!''

''ہاں، اگر وہ اسے پانے میں ناکامیاب ہوئے تو مجھے چھلنی کر کے رکھ دیں گے......''

''مر گئے چھلنی کرنے والے......!'' قاسم سر ہلا کر بولا۔ ''سالوں کی ایسی کی تیسی کر کے رکھ دوں گا۔''

''تبھی اس وقت سانپ سونگھ گیا تھا۔'' حمید نے اوپری ہونٹ بھینچ کر کہا اور بجھا ہوا

پائپ سلگانے لگا۔

''اب تو کوئی آ کر دیکھے.....اس وقت میں اونگھ رہا تھا۔''

''تم ہمیشہ ایسے ہی مواقع پر اونگھنے لگتے ہو۔''

''اونگھنے لگتا ہوں۔تمہاری طرح مر تو نہیں جاتا۔''

''مرو بھی کسی طرح کہ جھگڑا ختم ہو.....!''

''اب سالے کوسنے لگے۔ جرا دیکھئے مس آلیہ۔ یہ سالے پولیس آفیسر ہیں۔لونڈیوں کی طرح کوستے ہیں۔''

''پلیز.....!'' وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔''میں بہت پریشان ہوں!''

''بالکل فکر نہ کرو.....!''

''کیسے فکر نہ کروں۔اب کیا ہوگا.....!''

''آپ آج سے میری سیکریٹری ہیں.....!'' قاسم لہک کر بولا۔

''اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا.....!''

''وہ لوگ اس کا پیچھا کیوں کر رہے ہیں!'' حمید نے پوچھا۔

''میں نہیں جانتی.....لیکن ان کے تیور اچھے نہیں ہیں.....!''

''ہوسکتا ہے کہ اس نے انھیں بھی الٹے سیدھے خواب دکھائے ہوں!''

''میں کہتی تو ہوں کہ اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتی.....!''

''کیا تم دونوں مستقل طور پر یہیں رہتے ہو!''

''نہیں.....تین دن گزرے ہم ایران سے یہاں آئے ہیں.....!''

''اور یہ لوگ ایران ہی سے تمہارے پیچھے لگے ہیں!''

''نہیں جرمنی سے.....مغربی جرمنی سے.....!''

''تمہاری قومیت کیا ہے.....؟''

''میں ایرانی ہوں۔لیکن اپنے باس کے بارے میں آج تک نہ معلوم کرسکی کہ وہ کہاں کا باشندہ ہے!''

''بڑی عجیب بات ہے.....!''

''اس میں ذرّہ برابر بھی جھوٹ نہیں ہے!''

''تم کب سے اس کے ساتھ ہو......؟''

''تین سال سے......!''

''مغربی جرمنی میں تم لوگ کیا کر رہے تھے......!''

''ہمارا بزنس وہاں بھی یہی تھا......!''

''اب پھر سرخ دھواں والی بات پر آ جاؤ......!''

''سُرخ دھواں ہمارا کوڈ ورڈ ہے۔ ہم کسی بھی خطرے کی صورت میں یہی لفظ استعمال کرتے ہیں۔ جب یہاں سے جانے کے لیے باہر نکلی تھی مشرق کی طرف مجھے انھیں لوگوں میں سے ایک دکھائی دیا تھا۔ میں نے واپس آ کر کوڈ ورڈ میں مسٹر ولی جاہ کو اطلاع دی اور وہ نکل گئے۔ لیکن......اب میرا کیا ہوگا۔''

وہ دونوں ہاتھوں سے چہرہ ڈھانپ کر سسکیاں لینے لگی۔

قاسم حمید کو قہر آلود نظروں سے گھورے جا رہا تھا۔ انداز سے ایسا لگتا تھا جیسے اس نے یہ ساری گفتگو سنی ہی نہ ہو اور سنی بھی ہو تو اسے ذرہ برابر بھی اہمیت دینے پر تیار نہ ہو......!

اچانک وہ حمید کی طرف دیکھ کر بولا۔ ''میں تمہارے ہاتھ جوڑتا ہوں، ہم کو ہمارے حال پر چھوڑ دو اور یہاں سے چلے جاؤ......!''

''دروازہ باہر سے بولٹ کر دیا گیا ہے!'' حمید نے عذر پیش کیا۔

''دو تین ٹکروں میں توڑ دوں گا۔ تم فکر نہ کرو......!''

''میری بات سمجھنے کی کوشش کرو یہ کوئی خطرناک معاملہ ہے!''

''تم یہاں نہ آتے تو بالکل خطرناک نہ ہوتا۔ ہائے......تم اتنے منحوس کیوں ہو......؟''

حمید کچھ نہ بولا۔ اب وہ پھر عالیہ نریمان کی طرف متوجہ ہو گیا تھا جو پہلے ہی کی طرح روئے جا رہی تھی۔

دفعتاً پھر کسی نے باہر سے دروازے کا بولٹ سرکایا۔ لیکن قبل اس کے کہ دروازہ کھلتا حمید ایک ہی جست میں ایسی جگہ پہنچ گیا کہ باہر سے آنے والے کی نظر اس پر نہ پڑ سکتی......!

دروازہ کھلا اور وہ اس کی اوٹ میں ہو گیا۔

اس بار دو آدمی اندر داخل ہوئے تھے جن میں سے ایک وہی تھا جو انہیں بند کر گیا تھا۔
اب بھی اس کا ہاتھ خالی نہیں تھا۔ جیسے ہی وہ حمید کو ڈھونڈ نے کے لیے مڑا حمید نے اس کے ریوالور والے ہاتھ پر ہاتھ ڈال دیا۔

حملہ غیر متوقع تھا اس لیے ریوالور دور جا گرا اور ریوالور والا ریوالور کے پیچھے جانے کی بجائے حمید سے لپٹ پڑا۔ البتہ اس کا ساتھی ریوالور کی طرف جھپٹا تھا......!

اس کی راہ قاسم نے اس طرح کھوٹی کی کہ اس کی پنڈلی پر زور دار ٹھوکر رسید کر دی۔ پنڈلی کی ہڈی کی چوٹ یوں بھی تکلیف دہ ہوتی ہے۔ چہ جائیکہ وہ کسی ارنے بھینسے کی لات سے پہنچی ہو۔ وہ کراہ کر منہ کے بل فرش پر گرا ہی تھا کہ قاسم اسے چھاپ بیٹھا......!

پھر جب ہرن پر ہاتھی سوار ہو جائے تو چوکڑیاں بھلانی ہی پڑتی ہیں......!

وہ اپنی جگہ سے جنبش بھی نہیں کر سکتا تھا۔ ادھر حمید نے اپنے حریف کو کمر پر لاد کر دے پٹکا۔

''شاباش......!'' قاسم نے نعرہ لگایا اور اس کا شکار اس کے نیچے چیخنے لگا۔ ''چھوڑ دو مجھے......میں مر جاؤں گا......!''

اس کی زبان بھی انگریزی ہی تھی۔

حمید نے اپنے مغلوب کی گردن پر گھٹنا ٹیکتے ہوئے قاسم کو مخاطب کیا......!

''دیکھنا کہیں سچ مچ نہ مر جائے......!''

''کوئی طوطا مینا ہے کہ زندہ رکھ کر پالوں گا سالے کو......!''

''نہیں......ذرا ہوشیار رہ کر......!'' حمید نے پھر اسے للکارا خود اس کا حریف بھی کچھ کمزور نہیں تھا۔ ایک بار تو اس نے اُسے بھی جھٹک ہی دیا تھا اور پھر جھپٹا تھا ریوالور کی طرف لیکن حمید نے بڑی پھرتی سے اس کی ٹانگ پکڑ لی تھی اور وہ پھر منہ کے بل فرش پر آ رہا تھا۔

''قاسم اسے باندھ لینے کی کوشش کرو۔'' حمید نے اپنے حریف پر گرفت مضبوط کرتے ہوئے کہا۔

اتنے میں عالیہ نریمان دروازے کے قریب پہنچ چکی تھی۔

''ٹھہرو......!'' حمید نے اسے للکارا۔

لیکن اب وہ کمرے سے باہر تھی اور اس نے بھی دروازہ بند کر کے باہر سے بولٹ کر

دیا تھا۔

''قیا ہوا......؟'' قاسم کی پھنسی پھنسی سی آواز سنائی دی۔

''کچھ نہیں تم فکر نہ کرو......!''

''نہیں......نہیں......وہ چلی غئی......!'' قاسم نے دردناک لہجے میں کہا۔

''رومینٹک بننے کی ضرورت نہیں۔ تم نے اس وقت اس کے دشمن کو دبوچ رکھا ہے۔''

حمید نے اسے ہوشیار کرنے کی کوشش کی۔ قاسم ہی تھا، ذہنی رو بھٹکتے کتنی دیر لگتی۔

اور ہوا بھی یہی وہ اپنے مغلوب کو چھوڑ چھاڑ کر الگ ہٹ گیا۔ لیکن اس بیچارے کا اتنے ہی میں کچومر نکل گیا تھا۔ اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں سکا۔ پتہ نہیں اس رگڑے میں کہاں چوٹ آئی تھی......!

''ٹھینگے پر ہے سب کچھ!'' قاسم بولا۔ ''جب وہی نہیں تو قاہے کو جھک مرائیں...... ہاں نہیں تو......!''

حمید نے بوکھلائے لہجے میں کہا۔ ''ارے وہ ریوالور تو اٹھالو۔''

''جہنم میں غیا ریوالور...... مجھے قوئی دلچسپی نہیں......!'' قاسم نے برا سامنہ بنا کر کہا اور بستر پر جا بیٹھا۔

حمید کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب اسے کیا کرنا چاہئے۔ اس کے حریف نے نیچے اس کی ٹانگ بڑی مضبوطی سے پکڑ رکھی تھی اور برابر اسی کوشش میں لگا ہوا تھا کہ کسی طرح اسے الٹ دے۔

حمید نے بوکھلائے ہوئے انداز میں اس کے ساتھی کو دیکھا جو آہستہ آہستہ کھسکتا ہوا ریوالور کی طرف جا رہا تھا اور قاسم اس طرح منہ پھلائے ہوئے بیٹھا تھا جیسے سارے زمانے سے روٹھ گیا ہو......!

''قاسم ریوالور......!'' حمید پھر گھگھیایا۔

لیکن قاسم کی کھوپڑی پر بدستور برف جمی رہی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس کی نظروں میں اس معاملے کی اہمیت ہی ختم ہوگئی ہو......!

اس کا مغلوب اب ریوالور سے زیادہ دُور نہیں تھا۔ شاید اس کی ٹانگوں میں ایسی چوٹیں

آئی تھیں کہ وہ کھڑا نہیں ہو سکتا تھا۔ اس کے چہرے پر اندرونی کرب کے آثار تھے لیکن وہ کہنیوں کے بل آہستہ آہستہ رینگے جا رہا تھا۔

''قاسم......!'' حمید جھلاہٹ میں چیخا۔

''مر گیا قاسم......!'' وہ دوسری طرف منہ پھیر کر زہریلے لہجے میں بولا۔

''اچھا تو پھر اب مرے گا ہی!'' حمید دانت پیس کر بولا۔

''کیا......؟'' قاسم اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ شاید حمید کا لہجہ ناگوار گزرا تھا۔

اور اس کے بعد ہی ایسا لگا جیسے وہ گہری نیند سے چونکا ہو! قریب تھا کہ فرش پر گھسٹنے والے کا ہاتھ ریوالور تک پہنچ جاتا قاسم نے جھپٹ کر اس کی ایک ٹانگ پکڑی اور مخالف سمت میں دور تک گھسیٹتا لیتا چلا گیا اور پھر پہلے ہی کی طرح بستر پر آ بیٹھا۔

''ریوالور......!'' حمید نے یاد دہانی کرائی۔

''کوئی جرورت نہیں......'' قاسم شرارت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔ ''میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ یہ بیٹا جی اب کتنی دیر میں ریوالور تک پہنچتے ہیں......!''

''میں کہتا ہوں ریوالور اٹھا لو۔ جب تک تم اسے دھمکی نہیں دو گے یہ میری ٹانگ نہیں چھوڑے گا۔''

''ہاہا......ٹانگ پکڑ رکھی ہے......!'' قاسم نے قہقہہ لگایا۔ اس کی آنکھیں غیر معمولی طور پر چمک رہی تھیں۔ ایسا لگتا تھا جیسے پچھلی ساری باتیں یکسر بھلا دی ہوں۔

''قاسم......!'' حمید کا غصہ بڑھتا جا رہا تھا۔

''آج ہی تو پھنسے ہو بیٹا...... ہاہا......!'' قاسم نے پہلے سے بھی زیادہ زور و شور کے ساتھ اظہار مسرت کرتے ہوئے کہا اور پھر اس آدمی کی طرف متوجہ ہو گیا جسے گھسیٹ کر دروازے کے قریب چھوڑ آیا تھا۔

وہ بے بسی سے قاسم ہی کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔

''آؤ......آؤ...... ہاں...... ہاں......اٹھا لو ریوالور......'' قاسم اُسے چڑھاتا ہوا بولا۔

حمید نے سوچا کہ اسے اب اپنا دماغ ٹھنڈا ہی رکھنا چاہئے۔ یہ تو ہاتھ سے گیا۔

اس نے پھر جدوجہد شروع کر دی لیکن شاید اس کا حریف بھانپ گیا تھا کہ اگر ٹانگ

اس کی گرفت سے نکل گئی تو خود اس کا حشر اچھا نہیں ہوگا۔

دفعتاً پھر دروازے کا بیرونی بولٹ کھڑکا۔ پھر دروازہ بھی کھلا اور اس ہٹ کا چوکیدار بوکھلائے ہوئے انداز میں اندر گھس آیا۔

اس کے بعد اس کا انداز ایسا ہی تھا جیسے کمرے کے منظر نے اسے اور زیادہ بوکھلا دیا ہو۔

''قیا بات ہے؟'' قاسم نے پرسکون لہجے میں اس سے پوچھا۔

''خوچہ ساب......بیگم ساب......!'' وہ اٹک اٹک کر بولا۔

''ہائیں......کدھر......کہاں......؟'' قاسم بستر سے اٹھ گیا۔

''ادھر جھولے پر تھا......آدھر آتا پڑا ہے۔''

''ابے تو پھر کھڑا جھک کیوں مار رہا ہے۔ باہر سے تالا ڈال کر اِدھر اُدھر نکل جا......!''

''مگر......مگر......ساب......یہ کیا......ہوتا......!'' چوکیدار نے کمرے کے موجودہ حالات کی طرف اشارہ کیا۔

''او......یہ ہاہا......قچھ......نہیں......ہملوگ مسخری کرتا پڑا ہے۔ تم باہر تالا مارو......اور لمبے پڑو......جھٹ پٹ......ابے کھڑا منہ کیا دیکھ رہا ہے......!''

''قاسم......یہ کیا کر رہے ہو تم؟'' حمید پھنسی پھنسی سی آواز میں بولا۔

''سب ٹھیخ ہے!'' قاسم نے پر اطمینان انداز میں سر کو جنبش دی اور پھر بستر پر جا بیٹھا۔''

چوکیدار جا چکا تھا......حمید کا دل چاہا کہ اپنے حریف کا گلا گھونٹ کر قصہ ہی ختم کر دے لیکن وہ بہرحال ایک ذمہ دار آفیسر تھا اور حریف بھی شاید اس بات کو اچھی طرح سمجھ چکا تھا کہ وہ اپنی ٹانگ چھڑا لینے کے لیے اس حد تک نہیں جا سکتا کہ اس کی گردن ہی دبا دے ورنہ یہ تو بہت آسان تھا کہ حمید کے دونوں ہاتھ آزاد تھے۔

حریف یقیناً کوئی اناڑی نہیں تھا ورنہ اب تک اس کی ناک تو حمید کی گرفت میں آ ہی گئی ہوتی۔ حمید کئی بار کوشش کر چکا تھا کہ ناک پر دباؤ ڈال کر اس کے اوسان پر حملہ آور ہو سکے۔

''ابے او......!'' دفعتاً قاسم نے پھر اس آدمی کو للکارا جو دروازے کے قریب اوندھا پڑا کبھی آنکھیں کھولتا تھا اور کبھی بند کر لیتا تھا۔

''بس دم نقل گیا......'' قاسم اس سے کہہ رہا تھا۔ ''اتنے ہی میں چٹنی بن گئی۔ میں نے تو

قچھ کیا بھی نہیں تھا اور وہ قرنل صاحب کے دمچے اپنی ٹانگ تک نہیں چھڑا سکتے۔''

''بکے جاؤ تم دیکھوں گا......!'' حمید بھنا کر بولا۔

''میں تم سے انتقام لے رہا ہوں......!''

''کس بات کا......؟''

''وہ سالا چھوڑ کر بھاگ گیا تھا......میری سیکریٹری ہو جاتی......!''

''تمہارا دماغ چل گیا ہے!''

''ہاں دماغ ہی تو چل گیا ہے......تم تینوں کو باندھ کر تھانے لے جاؤں غا......!''

''کیا مطلب......؟''

''بس دیخ لینا......'' قاسم کہتا ہوا بستر سے اٹھ گیا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا ریوالور کے پاس پہنچا...... جھک کر اسے اٹھایا اور ان دونوں کی طرف مڑتا ہوا گرجا......''الگ ہٹ جاؤ......تم دونوں......ورنہ دونوں کو گولی مار دوں گا......!''

اور جب اس نے دیکھا کہ ان دونوں کی پوزیشن میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی تو آگے بڑھ کر حمید کے حریف کے پہلو پر ایک لات رسید کر دی......!

وہ گھٹی گھٹی سے آواز میں کراہا اور ساتھ ہی حمید نے اپنی ٹانگ پر اس کی گرفت ڈھیلی پڑتی محسوس کی۔

پھر وہ بڑی پھرتی سے اچھل کر الگ ہٹ گیا تھا لیکن جیسے ہی دوبارہ اس کی طرف بڑھنا چاہا تھا۔ قاسم کی آواز کمرے میں گونجی تھی۔

''نہیں......! تم بھی اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ......!''

''کیا بکواس ہے!'' حمید جھلا کر اس کی طرف مڑا۔

''بکواس نہیں قاسم!'' قاسم آنکھیں نکال کر بولا۔''اب میں اس سے کہوں گا کہ تمہارے گلے سے ٹائی کھول کر تمہارے ہاتھ پشت پر باندھ دے آج میں تمہارے ساتھ وہی سب کچھ کروں گا جو تم دوسروں کے ساتھ کرتے ہو......!''

''آخر کیوں......؟ ابے تم ہوش میں ہو یا نہیں......!''

''بالکل ہوش میں ہوں......یہی ہو گا......پھر اس کے بعد ریوالور تو ڈالوں گا جیب میں

اور اس کے ہاتھ پیر خود باندھوں گا......!''

اور پھر اس نے سچ مچ اس آدمی کو انگریزی میں مخاطب کر کے حمید کے ہاتھ باندھنے کو کہا اور حمید سے بولا۔''ہلنا نہیں اپنی جگہ سے ورنہ فائر کر دوں گا......!''

''ارے بیگ چھوڑ گئی ہے اپنا......''حمید یک بیک خوش ہو کر دوسری طرف مڑا۔

''قہاں......؟''قاسم بھی غیر ارادی طور پر ادھر مڑا ہی تھا کہ حمید ایک ہی جست میں اس کے ہاتھ ریوالور جھپٹتا ہوا دوسری طرف نکل گیا۔اس کا حریف جہاں تھا وہیں رکا رہا......!

''اب بتاؤ......!''حمید قاسم کو گھورتا ہوا غرایا۔

''ہی ہی ہی......میں تو مزاخ کر رہا تھا......!''

''چلو......جلدی سے اس کی ٹائی کھول کر اس کے ہاتھ پشت پر باندھ دو......!''

قاسم اس کے لیے آگے بڑھا ہی تھا کہ اس کا چوکیدار پھر اندر گھس آیا......!

''ساب......!''وہ ہانپتا ہوا بولا۔''پولیس......!زبردستی تالا کھلوا دیا......ساب......!وہ اندر آرہے ہیں......!''

داؤں پیچ

اور پھر سچ مچ چند لمحوں کے بعد ایک سفید فام آدمی دو پولیس آفیسروں کے ساتھ بیڈروم میں گھس آیا تھا......!

لیکن حمید نے اپنی پوزیشن میں کوئی تبدیلی نہ کی......ریوالور اب بھی اس کے ہاتھ میں تھا اور وہ قاسم کو پہلے ہی کی طرح حکم دیئے جا رہا تھا۔

''ریوالور زمین ڈال دو......!''دونوں آفیسروں نے بیک وقت ریوالور نکالتے ہوئے کہا۔

یہ دونوں سب انسپکٹر ایگل بیچ کے اسٹیشن ہی سے تعلق رکھتے تھے۔

ان کے ساتھ آنے والا غیر ملکی زخمی آدمی کو فرش سے اٹھانے کی کوشش کرنے لگا تھا۔

پہلی بار زخمی کی آواز آئی......یہ گالیوں کا وہ طوفان تھا جو حمید اور قاسم کے لیے اس کی

زبان سے امنڈ پڑا تھا۔

''ریوالور گرا دو......!'' ایک انسپکٹر پھر غرایا۔

''اپنا ریوالور سنبھالو۔'' حمید نے اپنے حریف کی طرف ریوالور بڑھاتے ہوئے کہا۔

''یہ میرا نہیں ہے......!'' اس کا حریف غرایا اور پھر دونوں آفیسروں کی طرف دیکھ کر چیخنے لگا! ''یہ دونوں ہمیں ریوالور دکھا کر یہاں لائے اور ہمیں لوٹنا چاہتے تھے! شاید میرے ساتھی کے پیر کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے...... یہ ڈاکو ہیں......!''

حمید نے یہ سوچا کہ یہ دونوں انسپکٹر اس کے لیے اجنبی ہیں اور شاید وہ بھی اُسے نہیں پہچانتے...... پھر ان کے ساتھ آنے والا غیر ملکی کچھ جانا پہچانا سا لگ رہا تھا...... ہوسکتا ہے کسی سفارتخانے سے متعلق ہو......!

زخمی اپنے پیروں پر کھڑا نہیں ہوسکتا تھا......!

''تم اب یہ جتانا چاہتے ہو کہ یہ ریوالور تمہارا نہیں ہے۔ میں حکم دیتا ہوں کہ اسے زمین پر ڈال دو......!'' ایک انسپکٹر پھر غرایا۔

حمید نے ریوالور زمین پر ڈال دیا۔

''اے تم بالکل احمق ہو گیا......!'' قاسم نے غصیلے لہجے میں کہا۔ اور پھر یک بیک ہنس کر بولا۔ ''میں سمجھ گیا۔ تم ان سالوں کو حیران کرنا چاہتے ہو......!''

''تم خاموش رہو......!''

''اچھی بات ہے......!'' قاسم نے سعادتمندانہ انداز میں سر ہلا کر کہا۔

ایک سب انسپکٹر نے آگے بڑھ کر ریوالور فرش سے اٹھا لیا تھا۔

''تم دونوں کو حراست میں لیا جاتا ہے۔'' دوسرے انسپکٹر نے کہا۔ اس پر قاسم بے اختیار ہنس پڑا اور حمید اسے قہر آلود نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔ ''مجھے تو یہ آدمی پاگل معلوم ہوتا ہے۔''

''کیوں؟ کیا تم اسے نہیں جانتے......!''

''قطعی نہیں...... میں سمجھا تھا کہ ہٹ خالی ہے!''

''اوہ تو یہ یہاں پہلے سے موجود تھا۔''

''آپ مجھے پولیس اسٹیشن لے چلیئے اس آدمی کا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں......''

''تم بھی چلو......!'' انسپکٹر قاسم کو نیچے سے اوپر تک دیکھتا ہوا غرایا......!

''میں کہہ رہا ہوں یہ غیر متعلق آدمی ہے۔'' حمید بولا۔

''تم خاموش رہو!''

''بہت بہتر جناب!''

''اے تم اتنے چگد ہو میں نہیں جانتا تھا۔'' قاسم بھنا کر بولا۔

ادھر حمید سوچ رہا تھا کہ یہ کوئی بہت ہی پیچیدہ معاملہ معلوم ہوتا ہے۔ اگر ولی جاہ اور عالیہ نریمان برے لوگ تھے تو آخر ان تینوں کی اصلیت کیوں چھپائی جا رہی ہے۔ تیسرا آدمی جو پولیس کے ساتھ آیا ہے، رہزنی کی کہانی کیوں سنا رہا ہے۔

اس نے سوچا کہ اسے محتاط رہنا چاہئے اور کم از کم ان تینوں کی موجودگی میں نہ کھلنا چاہئے۔

اتنے میں قاسم سے نظر ملی اور اس نے بائیں آنکھ دبا کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

بہرحال قاسم بھی اس پر کچھ کچھ رضا مند نظر آنے لگا کہ ان کے ساتھ تھانے تک چلا جائے۔ ویسے اسے اطمینان ضرور رہا ہوگا کہ حمید حوالات میں تو بند ہو نہیں سکتا۔

باہر نکل کر دونوں نے اپنے زخمی ساتھی کو ایک گاڑی میں ڈالا اور سب انسپکٹروں سے یہ کہتے ہوئے رخصت ہو گئے کہ وہ زخمی کے لیے طبی امداد فراہم کرنے کے بعد تھانے پہنچ رہے ہیں......!

سب انسپکٹر نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ گاڑی اسٹارٹ بھی ہوئی اور روانہ بھی ہو گئی......!

''اگر یہ واپس نہ آئے تو؟'' حمید نے سب انسپکٹروں سے پوچھا۔

''تمہیں اس سے کیا۔'' ان میں سے ایک آنکھیں نکال کر غرایا۔

''واہ دوست......تو تم ہمیں یونہی خواہ مخواہ لے کر جا کر بند کر دو گے۔''

''وہ واپس آئے گا......!''

''کیا ان میں سے کسی کا نام معلوم ہے تمہیں......!''

''تمہیں اس سے کیا؟'' دوسرے نے پھر آنکھیں نکالیں۔

''خفا ہونے کی ضرورت نہیں۔'' حمید نرم لہجے میں بولا۔ ''شاید ٹریننگ لے کر سیدھے

ادھر ہی چلے آئے ہو......!''

''تم سیدھی طرح چلتے ہو یا نہیں......!''

حمید نے کوٹ کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈال کر اپنا کارڈ نکالتے ہوئے کہا۔''اگر ان میں کوئی واپس آ جائے تو مجھے اس پتہ پر مطلع کر دینا۔''

اس نے کارڈ لے کر اس پر نظر ڈالی اور اس کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔

قاسم ایک ہاتھ سے منہ دبائے بے آواز ہنس رہا تھا۔

''تم میں سے کسی ایک کو ان کے ساتھ جانا چاہئے تھا۔'' حمید بولا۔

''آپ......آپ نے پہلے کیوں......نن......نہیں بتایا......'' وہ ہکلایا۔

''میرا کھیل خراب ہو جاتا......وہ مجھے نہیں جانتے......جاؤ......اب تم بھی اپنی زبان بند رکھنا یقین کرو کہ وہ آدمی دوبارہ تمہارے پاس نہیں آئے گا جو تمہیں یہاں لایا تھا......!''

''ہمیں شرمندگی ہے جناب......!'' دونوں بیک وقت بولے۔

''نئے آئے ہو......!''

''جی ہاں......ٹریننگ کے بعد ادھر ہی آئے ہیں۔ ہمارے ساتھ ایک تجربہ کار آفیسر بھی ہونا چاہئے تھا جناب لیکن یہاں ہم ہی دونوں ہیں......!''

''اس طرح بھی اس وقت تم دونوں میں سے ایک کو تھانے ہی پر ہونا چاہئے تھا......اتنا تو تم بھی سمجھتے ہو گے......لیکن کیا کیا جائے کہ سفید چمڑی ابھی تک ہم لوگوں کو بوکھلا دیتی ہے......!''

''ہم نادم ہیں جناب......!''

''تشریف لے جائیے لیکن اگر ان میں سے کوئی پلٹ کر نہ آئے تو اپنی زبان بند ہی رکھنا۔''

یہ دونوں چلے گئے اور حمید نے قاسم کی کمر تھپتھپا کر کہا۔

''چلو اب تمہاری ہونے والی سیکریٹری کو تلاش کریں......!''

''میں اکیلے کرلوں گا......آپ تشریف لے جائیں......!''

''خفگی دور نہیں ہوئی اب تک......!''

''اے......اب میں سمندر میں پھاند پڑوں گا۔ میرا پیچھا چھوڑو......!''

''اچھا اتنا ہی بتا دو کہ ولی جاہ کو کہاں سے لائے تھے......!''

''بیچ ہوٹل سے......اچھی بات ہے چلو۔ میں چل رہا ہوں لیکن تم ہو بہت منحوس۔''

''ہاں......مجھے احساس ہے۔ جب بھی کوئی پسندیدہ لڑکی تمہاری زندگی میں داخل ہونے والی ہوئی ہے......ریوالور ضرور نکل آئے ہیں۔''

''اور تمہیں اس پر افسوس ہے......'' قاسم نے جھٹ سے پوچھا۔

''یقیناً......!''

''اچھا تو پھر اس بار پھیسلا میرے حق میں کرا دو......!''

''اچھی بات......بس چلو......!''

وہ بیچ ہوٹل پہنچے......قاسم نے ولی جاہ کے کمرے کی طرف رہنمائی کی اور جب وہ وہاں پہنچے تو عالیہ نریمان نے انھیں پہچاننے سے انکار کر دیا۔

وہ کہیں جا رہی تھی۔ اس کے ہاتھ میں چھوڑا سا اٹیچی کیس تھا بلاؤز اور اسکرٹ کی جگہ شلوار اور جمپر نے لے لی تھی۔ گلے میں دوپٹہ بھی تھا۔ ہیئر اسٹائل بھی بدلا ہوا نظر آیا......!

''ہم مسٹر ولی جاہ سے ملنا چاہتے ہیں......!'' حمید بولا۔

''میں کسی ولی جاہ کو نہیں جانتی......ایک طرف ہٹئے......مجھے باہر جانا ہے......!''

''ارے تو کیا مجھے بھی نہیں پہچانتیں......!'' قاسم نے دردناک لہجے میں پوچھا۔

''جی نہیں......!'' سخت لہجے میں جواب ملا۔

قاسم اور حمید ایک طرف ہٹ گئے اور وہ نکلی چلی گئی!

حمید آہستہ آہستہ اسی سمت چل پڑا۔

''دیخا تم نے دیخا......!''

''ہاں دیکھا......اور اب تم میرے ساتھ نہیں آؤ گے......!''

''قیا مطلب......!''

''نہ وہ تمہیں پہچانتی ہے اور نہ مجھے......!''

''تو پھر تم قیوں جا رہے ہو اس کے پیچھے......!''

حمید اس کی بات کا جواب دیئے بغیر تیزی سے آگے بڑھتا چلا گیا۔

قاسم تیز نہیں چل سکتا تھا، وہ اسے آوازیں ہی دیتا رہ گیا۔

عالیہ بھی خاصی تیز رفتاری سے باہر گئی تھی اور جب حمید عمارت سے باہر نکلا تو وہ تھوڑے سے فاصلے پر ایک ٹیکسی میں بیٹھی ہوئی نظر آئی۔

ٹیکسی فوراً ہی حرکت میں آ گئی تھی اور پھر جتنی دیر میں وہ اسٹینڈ سے نکل کر سڑک پر پہنچی، حمید بھی ایک ٹیکسی میں بیٹھ چکا تھا۔

''اس ٹیکسی کے پیچھے چلو......!'' حمید نے ڈرائیور سے کہا۔

''اچھا صاحب!'' ٹیکسی ڈرائیور نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔

حمید نے آنکھوں پر تاریک شیشوں کی عینک لگائی اور اسپرنگ والے ریڈی میڈ میک اپ میں آ گیا۔ یہ دو عدد ننھے ننھے اسپرنگ تھے جو ناک کے نتھنوں میں رکھ لیے جائے تھے اور ان کی وجہ سے نہ صرف ناک کی نوک کسی قدر اٹھ جاتی تھی بلکہ اوپری ہونٹ تک پر ان کا کھنچاؤ پڑتا تھا اور آگے کے دانت دکھائی دینے لگتے تھے......!

اگلی ٹیکسی چوراہے پر پہنچ کر شہر کی طرف جانے کی بجائے بائیں جانب مڑ گئی۔

یہ سڑک......حمید نے سوچا...... یہ سڑک تو کچھ دور جانے کے بعد مسدود ہو جائے گی۔

تو پھر کیا......وہ کسی کچے راستے پر سفر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے لیکن یہاں اس سڑک پر تو وہ یہ آسانی اندازہ کر سکے گی کہ اس کا تعاقب کیا جا رہا ہے......!

''اونہہ دیکھا جائے گا......'' اس نے سوچا اور جیب سے پائپ نکال کر اس میں تمباکو بھرنے لگا۔

ٹیکسی سچ مچ دائیں جانب والے ایک کچے راستے پر مڑ گئی!

''ادھر کیا ہے بھئی......!'' حمید نے ٹیکسی ڈرائیور کو مخاطب کیا۔

''آپ پہلے کبھی ادھر نہیں گئے!'' ڈرائیور نے پوچھا۔

''نہیں......!''

''تب پھر میں آپ کو مشورہ دوں گا کہ اُدھر نہ جائیے، وہ کوئی بہت ہی خراب عورت معلوم ہوتی ہے......!''

''میں بھی زیادہ اچھا مرد نہیں ہوں......!''

''پھر بھی صاحب آپ دنگا فساد پسند کرنے والے مرد نہیں ہو سکتے میں آپ کو بہتر جگہوں پر لے جا سکتا ہوں......!''

''پہلے ادھر دیکھ لیں......!''

''میں آپ کی مدد نہیں کرسکوں گا...... یہ بھی سوچ لیجئے!''

''آخر وہاں کیا ہوگا جس کے لیے مجھے کسی دوسرے کی مدد درکار ہوگی......!''

''دادا قسم کے برو کر آپ کو گھیر لیں گے۔ کوئی ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچے گا اور کوئی گریبان پکڑ کر......رحمو دادا کا نام سنا ہے کبھی۔''

''ہاں سنا ہے......!''

''اس کی حکومت ہے ادھر......!''

''چلو دیکھتے ہیں......!''

''اب آپ کی مرضی......!''

دفعتاً اگلی ٹیکسی بائیں جانب مڑ گئی!

''ہائیں......اب یہ کدھر جا رہا ہے؟'' ٹیکسی والا بڑبڑایا۔

''کیوں......کیا بات ہے......؟''

''اب تو یہ ادھر نہیں جا رہے۔ آگے ٹیلوں کے پیچھے تار جام والی سڑک ہے......!''

''پرواہ مت کرو...... چلتے رہو......خواہ تار جام ہی کیوں نہ چلنا پڑے......!''

''صاحب! ٹیکسی پر ملازم ہوں، میری اپنی نہیں ہے۔'' ڈرائیور بولا۔

''تو پھر......؟''

''تین بجے مجھے ٹیکسی واپس کرنی ہوگی اور اس پر دوسرا ڈرائیور کام کرے گا......!''

''اچھا تم سڑک تک تو چلو......!''

''معاف فرمایئے گا...... یہ مجبوری نہ ہوتی تو میں ضرور لے جاتا آپ کو!''

''کوئی بات نہیں......تم مجھے سڑک پر چھوڑ دینا۔ وہاں میں کسی سے لفٹ لے لوں گا...!''

ٹیکسی آگے بڑھتی رہی لیکن اگلی ٹیکسی ٹیلوں کے قریب پہنچتے ہی رک گئی اور عالیہ نیچے اترتی دکھائی دی۔ پھر اس نے ہاتھ اٹھا کر حمید والی ٹیکسی کو رکنے کا اشارہ کیا......!

''لیجئے سرکار کام بن گیا......'' ڈرائیور ہنس کر بولا اور اس نے گاڑی روک دی۔ عالیہ تیز قدموں سے چلتی ہوئی ان کی طرف آ رہی تھی ٹیکسی کے قریب پہنچ کر بولی۔

''دوہرا کرایہ خرچ کرنے سے کیا فائدہ۔ میری ہی ٹیکسی میں آ جاؤ!''

''بہت بہت شکریہ......!'' حمید خوش ہو کر بولا۔

لیکن وہ اس کی شکل دیکھ کر ٹھٹک گئی! حمید اتنے میں گاڑی سے اتر چکا تھا......!

''تم......تم......!'' وہ ہکلائی۔

''ان دونوں کا نمائندہ ہوں۔ تم بالکل فکر نہ کرو!'' حمید نے کہا اور دس کا ایک نوٹ ٹیکسی ڈرائیور کی طرف بڑھاتا ہوا خالص امریکی لہجے میں بولا۔ ''کیپ دی چینج......!''

پھر وہ عالیہ سے پہلے ہی اگلی ٹیکسی تک پہنچا تھا ٹیکسی چل پڑی، عالیہ اسے کنکھیوں سے دیکھے جا رہی تھی......!

''میں یہی دیکھنے کے لیے اس طرف آئی تھی کہ کہیں میرا تعاقب تو نہیں کیا جاتا......!'' اس نے کچھ دیر بعد کہا۔

''تمہیں فوراً ہی بھاگ نکلنا چاہئے تھا اتنی دیر تم ہوٹل میں کیا کرتی رہی تھیں......!'' حمید نے پوچھا۔

''اوہ تو تم بہت کچھ جانتے ہو!''

''شاید......!''

''تم کن دونوں کے نمائندے ہو!''

''جن سے تمہارے باس نے پانچ سو ہتھیائے تھے!''

''وہ ایک کھلا ہوا بزنس تھا......!''

''مجھے اس سے سروکار نہیں!'' حمید پائپ سلگاتا ہوا بولا۔

''پھر تم کیا چاہتے ہو؟''

''موٹا آدمی چاہتا ہے کہ اب تم اس کی ملازمت کر لو۔ تمہارا باس تو گیا......!''

''میں سوچوں گی......!''

ٹیکسی اب تارجام والی سڑک پر پہنچ گئی تھی اور اس کا رخ تارجام ہی کی طرف تھا۔

''تم تارجام جارہی ہو......!'' حمید نے پوچھا۔

''ہاں......!''

''میں بھی وہیں رہتا ہوں۔ تمہیں قیام کی دشواری نہ ہوگی۔''

''شکریہ......میں کسی ہوٹل میں ٹھہر جاؤں گی......!''

''مشکل ہی ہے کہ تمہیں کہیں کوئی کمرہ خالی مل سکے۔ وہ ایک صنعتی علاقہ ہے......!''

وہ اسے گھور کر رہ گئی کچھ بولی نہیں!

''کیا تم بھی خواب دکھا سکتی ہو......!'' حمید نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

''مجھے دیکھ کر ہی لوگ خواب دیکھنے لگتے ہیں۔ بشرطیکہ انھوں نے تاریک شیشوں کی عینکیں نہ لگا رکھی ہوں......!''

حمید نے طویل سانس لے کر عینک اتار دی۔

اس نے اسے غور سے دیکھا اور چونک پڑی۔

''تب......تمہاری......آنکھیں......!''

''کافی خوبصورت ہیں......!'' حمید مسکرایا۔

''اس آدمی کی سی ہیں......لباس بھی ویسا ہی ہے۔''

''کس آدمی کی بات کر رہی ہو......!''

''وہ جو اس آدمی کے ساتھ تھا......!''

''ہو سکتا ہے......!'' حمید لاپرواہی سے بولا۔

''یقین کرو......مسٹر ولی جاہ فراڈ نہیں ہیں......!''

''میں نے یقین کر لیا......لیکن ہیں کیا......؟''

''ایک ماہر ہپناٹسٹ......!''

''چلو یہ بھی تسلیم......لیکن وہ اس طرح بھاگ کیوں گیا......؟''

''کیا ان دونوں نے تمہیں سب کچھ بتا دیا ہے......!''

''ہاں......اور تمہاری گفتگو لفظ بلفظ دہرائی گئی تھی میرے سامنے لہٰذا اب میں تمہارے دشمنوں کے بارے میں معلوم کرنا چاہوں گا......!''

''میں نہیں جانتی کہ وہ لوگ مسٹر ولی جاہ سے کیا چاہتے ہیں۔ یقین کرو......!''

''یہاں اور کسی کو بھی جانتی ہو......!''

''کسی کو بھی نہیں......!''

''اس لیے تمہیں مضبوط سہاروں کی ضرورت ہے......!''

''میں ایران واپس جاؤں گی......!''

''لیکن ان حالات کی روشنی میں تمہاری واپسی آسان نہ ہوگی!''

''کیا تم کوئی بلیک میلر ہو......!''

''ہرگز نہیں..... میں ایک شریف آدمی ہوں اور معاملات کی تہہ تک پہنچنا چاہتا ہوں۔''

وہ بڑے دلآویز انداز میں مسکرائی اور بولی۔ ''اگر تمہارا اوپری ہونٹ ایسا نہ ہوتا تو کافی خوبصورت آدمی ہوتے......!''

''فرض کرو یہ عیب دور ہو جائے تو تم میرے ساتھ کیسا برتاؤ کرو گی......!''

''یقیناً میرے برتاؤ میں فرق آ جائے گا۔''

''کوشش کروں گا......!'' حمید نے کہا اور دوسری طرف دیکھنے لگا۔ کچھ دیر بعد اس کا داہنا ہاتھ چہرے کی طرف گیا اور اسپرنگ نتھنوں سے نکل کر جیب میں پہنچ گئے......!

''اوہ......!'' وہ چونک کر مضطربانہ انداز میں بولی۔ ''ناممکن...... قطعی ناممکن......!''

''کیا مطلب؟''

''یہ کیسے کر رکھا تھا تم نے۔ کیا میں خواب دیکھ رہی ہوں، ناک اور ہونٹ کا اس طرح اٹھے رہنا بالکل ناممکن ہے......!''

''یہ میری روحانی قوت کا کرشمہ تھا، چاہوں تو ابھی میرے دم بھی نکل آئے اور تمہارے بھی......!''

''نہیں...... سچ بتاؤ......!''

''دیکھنا چاہتی ہو...... مجھے یقین ہے کہ ولی جاہ نے اس موٹے کے خواب خاطر خواہ نہ ہونے دیئے......!''

''ولی جاہ کی بات نہ کرو......اب میرا اس سے کوئی تعلق نہیں!''

''پھر اب تم کہاں جا رہی ہو......!''

''جہاں میری زندگی کو کوئی خطرہ نہ ہو!''

''تارجام پہلے بھی کبھی گئی ہو......؟''

''ہاں ولی جاہ نے ایک آدھ بار وہاں بھی قیام کیا تھا!''

''کہاں......؟''

''اس کا ایک دوست ہے......!''

''اور اس وقت تم وہیں جا رہی ہو!''

''قدرتی بات ہے۔ اس کے علاوہ میں یہاں اور کسی کو نہیں جانتی......!''

''کسی کو جاننے میں کتنا وقت صرف کرتی ہو تم......!''

''کیا مطلب؟''

''مطلب یہ کہ میرے ساتھ کتنا وقت گزارنے کے بعد مجھ پر اعتماد کر سکو گی۔''

''تم پیچھے کیوں پڑ گئے ہو میرے۔''

''ایسی ناک اور ایسی آنکھیں رکھنے والے!'' حمید اس کے چہرے کی طرف انگلی اٹھا کر بولا۔ ''پتہ نہیں کیوں مجھے اپنے کزن لگتے ہیں......!''

''تم آخر ہو کون......؟''

''راستے بھٹکے ہوئے لوگوں کا ہمدرد...... میری روحانی قوت......!''

''میں روحانی قوتوں کی قائل نہیں......!''

''اچھی بات ہے...... اگر دُم نکل آئے تو پھر مجھ سے شکایت نہ کرنا......''

ٹیکسی شفاف سڑک پر تیرتی چلی جا رہی تھی...... مطلع ابر آلود تھا۔ پل پل دھوپ چھاؤں کے مناظر گزر رہے تھے......!

''ولی جاہ کے ذمے تمہاری کوئی رقم واجب الادا تو نہیں تھی۔'' حمید نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

''نہیں وہ لین دین کا پکا تھا......!''

''پتہ نہیں کیوں تمہاری ایک بات پر اعتبار کرنے کو جی نہیں چاہتا۔''

''کون سی بات......؟''

''یہی کہ تم ان لوگوں سے واقف نہیں جو تمہیں موٹے کے ہٹ سے لے جانا چاہتے تھے۔''

''یہ حقیقت ہے......تم یقین کرو یا نہ کرو......میں نہیں جانتی کہ وہ کون ہیں اور ولی جاہ سے کیا چاہتے ہیں......!''

''اگر تم سچ کہہ رہی ہو تو خود کو کہیں بھی محفوظ نہ سمجھو......'' حمید کچھ سوچتا ہوا بولا اور چند لمحے خاموش رہ کر آہستہ سے پوچھا۔

''کیا یہ ٹیکسی ڈرائیور خود ہی تمہاری طرف بڑھا تھا......!''

وہ کسی سوچ میں پڑ گئی پھر بولی۔''میرا خیال ہے......وہ خود ہی میری طرف بڑھا تھا وہاں کئی ٹیکسیاں تھیں۔''

''خیر اب خاموش بیٹھو......!''

''سوال یہ ہے کہ تم پر ہی کیوں اعتماد کر لیا جائے۔''

''پھر کس خیال کے تحت مجھے اپنے ساتھ چلنے کی دعوت دی تھی!''

''اپنے ذہن پر کسی قسم کا بار رکھنا پسند نہیں کرتی۔ الجھن تھی کہ کوئی میرا تعاقب کر رہا ہے......لہٰذا اس الجھن کو رفع کر ڈالا۔''

''رفع ہو گئی الجھن......؟''

''کسی قدر......اس حد تک کہ اگر تم دشمن بھی ہو تو شائستگی ہی سے پیش آؤ گے......!''

''دشمن سمجھے جاؤ گی......!''

''یقیناً تاوقتیکہ دوستی کا ثبوت نہ ملے۔''

دفعتاً ایک زوردار دھماکہ ہوا......بریک چرچرائے اور گاڑی میں بھونچال سا آ گیا۔

گاڑی کا کوئی ٹائر برسٹ ہوا تھا۔

کشمکش

''یہ کیا ہوا......؟'' عالیہ کی آواز کانپ رہی تھی......!

''ٹائر برسٹ ہوا ہے!'' حمید بولا۔

ٹیکسی ڈرائیوران کی طرف مڑ کر بڑبڑایا۔ ''اسی لیے کچے میں نہیں جاتے۔ ہم لوگ۔''

''اس وقت تم تو پکے پر ہی چل رہے تھے۔'' حمید اسے گھورتا ہوا بولا۔

''نیچے اتریئے! میں پہیہ تبدیل کروں گا۔'' ڈرائیور کا لہجہ اچھا نہیں تھا۔

حمید نے عالیہ کو اترنے کا اشارہ کیا۔ ڈرائیور ڈکے سے جیک نکالنے لگا تھا۔

حمید اور عالیہ سڑک کے کنارے کھڑے ہو گئے! وہ ڈرائیور کی حرکات وسکنات کا بغور مشاہدہ کر رہا تھا۔ جیسے ہی وہ جیک لگانے کے لیے جھکا حمید نے آگے بڑھ کر اس کی ڈھیلی ڈھالی پتلون کی جیب میں ہاتھ ڈال دیا۔

وہ بڑی پھرتی سے نہ صرف پلٹا تھا بلکہ جیک ہی سے حمید پر حملہ بھی کر دیا تھا۔ اگر حمید ایک پل کے لیے بھی غافل ہوتا تو سر کے کئی ٹکڑے ہو گئے ہوتے۔

ٹیکسی ڈرائیور کی جیب سے برآمد ہونے والا پستول اب حمید کے ہاتھ میں تھا......!

''جیک زمین پر ڈال دو......!'' اس نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

ڈرائیور نے بے چوں وچرا تعمیل کی۔ لیکن اس کی آنکھوں سے بے پناہ نفرت اور غصے کا اظہار ہو رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے موقع ملتے ہی حمید کو چیر پھاڑ کر رکھ دے گا۔

''لائسنس ہے تمہارے پاس اس پستول کا۔'' حمید نے آہستہ سے پوچھا......!

''تم سے مطلب؟''

''ہر شہری کو دوسرے سے یہ سوال کرنے کا حق حاصل ہے!''

اتنے میں ایک لمبی سی گاڑی کے بریک چڑ چڑائے اور قاسم دہاڑتا ہوا اس پر سے اترتا نظر آیا۔

''سالے مجھ سے بچ کر قہاں جاؤ غے......!'' اس نے بڑے تاؤ میں کہا تھا لیکن ان پر تفصیلی نظر پڑتے ہی جہاں تھا وہیں ٹھٹک گیا۔

''اس آدمی کو زبردستی اپنی گاڑی میں بٹھاؤ......'' حمید نے قاسم سے کہا۔

''قیوں......؟''

''تمہاری ہونے والی سیکریٹری کو اڑا لے جاتا اگر میں نے اس کا پیچھا نہ کیا ہوتا...... یہ پستول اسی کا ہے......!''

''اب تو کتے کے پلے بھی پستول لٹکا کر گھومیں گے تمہارا قدم جو بیچ میں آ پڑا ہے۔ سالے اب ترق وطن کر جاؤں غا......'' وہ اسے گھونسہ دکھا کر بولا۔''چاہے انگلینڈ میں بیراگری ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔ میں اب یہاں نہیں رہوں غا......!''

''فی الحال وہ کرو جو میں کہہ رہا ہوں۔''

''اچھی بات ہے......اس کے بعد تم سے سمجھوں غا......!''

قاسم جھومتا ہوا ٹیکسی ڈرائیور کی طرف بڑھا اور اسکے اوپر اٹھے ہوئے ہاتھ پکڑ لیے۔

قاسم کی پشت حمید کی طرف تھی۔ دفعتاً ٹیکسی ڈرائیور کا داہنا گھٹنا تیزی سے اوپر اٹھا اور قاسم ''ارے باپ رے'' کا نعرہ بلند کر کے لڑکھڑاتا ہوا حمید پر جا پڑا۔

پھر حمید سے وہ ''ڈیڑھ ٹن'' کی لاش کسی طرح بھی نہ سنبھل سکی اور وہ بھی لڑکھڑاتا ہوا دوسری طرف لڑھک گیا لیکن گرتے گرتے اسکا خیال رکھا تھا کہ کہیں قاسم کے نیچے نہ آ جائے۔

ادھر ٹیکسی ڈرائیور نے سڑک کے نیچے چھلانگ لگائی۔ حمید اٹھ کر اس کے پیچھے دوڑا۔ اس افراتفری میں ہاتھ والا پستول گر گیا تھا۔ پھر جتنی دیر میں وہ اپنے بغلی ہولسٹر سے ریوالور نکالتا ٹیکسی ڈرائیور جھاڑیوں کے لامتناہی سلسلوں میں غائب ہو چکا تھا......!

دفعتاً قاسم کراہتی ہوئی آواز میں دہاڑنے لگا۔''ارے......ارے......اے...... یہ قیا......اَے وہ غئی......!''

حمید نے مڑ کر دیکھا...... نہ صرف دیکھا بلکہ دوڑ بھی پڑا۔ لیکن قاسم کی امپالا برق رفتاری سے آگے بڑھ گئی......!

عالیہ اسے لے اڑی تھی......!

''ابے تو اب مجھے اٹھاؤ نا......خدا تمہیں غارت کرے!'' قاسم حلق پھاڑنے لگا۔

وہ زمین پر چت پڑا تھا اور اس کے چہرے پر کرب کے آثار تھے! اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھاتا ہوا وہ کراہا۔''جب تک تم سے......تم سے...... ملاقات نہیں ہوتی......چین سے رہتا ہوں......میں خود ہی سالا منحوس ہو غیا ہوں......!''

حمید بدقت اسے بیٹھ جانے کی پوزیشن میں لا سکا......!

اس کے بعد اس نے ٹیکسی ڈرائیور والا پستول تلاش کرنا شروع کیا لیکن آس پاس تو

کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔

''ابے تو مجھے اٹھاؤ نا...... پتہ نہیں کیا چیز چبھ رہی ہے!'' قاسم آنکھیں نکال کر بولا۔

''اب خود سے اٹھنے کی کوشش کرو......!'' حمید نے بھنا کر کہا اور پھر بائیں جانب والی ڈھلان میں دوڑا چلا گیا۔

کچھ دور جھاڑیوں میں گھسا لیکن ٹیکسی ڈرائیور کا کہیں پتہ نہ تھا، تھک ہار کر پھر پلٹا۔ قاسم خود ہی اٹھ کھڑا ہوا تھا اور زمین پر پڑے ہوئے پستول کو خوفزدہ نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔

جیسے ہی حمید قریب پہنچا اس سے لپٹ کر گھوں گھوں کرنے لگا۔

''یہ...... یہ...... پستول...... مم...... میرے نیچے دبا ہوا تھا۔ ارے باپ رے...... اگر چل جاتا تو قیا ہوتا......!''

جواب میں حمید نے ایسی بات کہی کہ قاسم نے کچکچا کر اپنے ہونٹ بھینچ لیے۔ پھر کھسیانی ہنسی کے ساتھ بولا۔ ''بس جی جلایا کرو میرا......!''

''جیک لگا کر پہیہ تبدیل کرو ٹیکسی کا...... ورنہ تمہاری گاڑی بھی جہنم رسید ہوئی......!'' حمید اس کے شانے پر ہاتھ مار کر بولا۔

''مجھ سے تو اکڑوں نہ بیٹھا جائے گا۔ اس وقت......!'' قاسم نے ہانپتے ہوئے کہا۔

حمید نے پستول اٹھا لیا اور اسے الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔

''ارے...... یہ تو نقلی ہے......!'' دفعتاً اسی کی زبان سے نکلا۔

''اچھا......؟'' قاسم چہک کر بولا۔ ''یا اللہ تیرا شکر ہے۔ چل بھی جاتا تو قچھ نہ ہوتا۔''

''لیکن سوال یہ ہے کہ اگر نقلی تھا تو وہ اس طرح بھاگا کیوں!''

''اے...... اے ہوش کی دوا کرو......!'' قاسم آنکھیں نکال کر بولا۔ ''میں قرنل فریدی نہیں ہوں کہ مجھ سے اس طرح پوچھ رہے ہو۔ اچھا ہوا سالا بھاگ گیا۔''

''خاموش رہو...... وہ کمبخت جل دے گئی...... ٹیکسی ڈرائیور اسی کا ساتھی تھا۔ اگر اتفاقاً وھیل برسٹ نہ ہو جاتا تو......!''

''اے زبان سنبھال کے کمبخت ہو گے تم...... کوئی لفنگا ٹیکسی ڈرائیور کیوں ہونے لگا بڑے جاسوس کے دمچے بنے پھرتے ہیں ہونہہ......!''

''تم ہوش میں ہو یا نہیں......وہ تمہاری گاڑی اڑا لے گئی!''

''تمہاری تو نہیں اڑا لے گئی......تم قیوں مرے جاتے ہو......!''

''اچھی بات ہے تو اب میں تمہیں یہیں چھوڑ کر چل دوں گا......!''

قاسم ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ بڑبڑاتا رہا اور حمید وھیل بدلنے بیٹھ گیا۔

اور وھیل بدل جانے کے بعد قاسم ایسے بوکھلائے ہوئے انداز میں ٹیکسی میں بیٹھا تھا جیسے خدشہ رہا ہو کہ حمید اسے وہیں چھوڑ کر بھاگ نکلے گا۔

''اے سنبھل کے......'' حمید غرایا......''کہیں چیسس نہ ٹوٹ جائے۔''

قاسم اس کے جملے کو نظر انداز کر کے بولا۔''تارجام ہی کی طرف گئی ہے......!''

حمید نے انجن اسٹارٹ کیا اور کچھ دور چل کر پھر گاڑی روک دی۔ روانگی سے پہلے وہ گاڑی کی تلاش لینا چاہتا تھا۔

''اب قیا ہو غیا......!''

''تم خاموش بیٹھو......!'' حمید نے کہا اور ڈیش بورڈ کے خانے کھولنے لگا۔ گاڑی کی کتاب موجود تھی۔ وہ اس کی ورق گردانی کرنے لگا۔

''اوہو......یہ تو تارجام ہی کے کسی آدمی کی ملکیت ہے!'' وہ بڑبڑایا۔

''اے تم یہ سب دیکھ رہے ہو اور وہ نہ جانے کہاں جا پہنچی ہو۔'' قاسم بولا......!

''میں کہتا ہوں خاموش بیٹھو......!وہ جائے جہنم میں۔''

''تم خود جاؤ جہنم میں......مزاج ہی نہیں ملتے......!''

کوئی قابل اعتراض چیز ہاتھ نہ لگی۔ بالآخر تلاشی کا سلسلہ ختم کر کے اس نے پھر انجن اسٹارٹ کیا اور گاڑی چل پڑی۔ گاڑی کی کتاب اس نے اپنی جیب میں ڈال لی تھی۔

قاسم پشت گاہ سے ٹک گیا۔ سیٹ کے اسپرنگ آواز کے ساتھ بیٹھ گئے تھے......!

''خدا ہی پہنچائے تارجام تک......!'' حمید کراہا۔

''آمین......'' قاسم ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

گاڑی تیزی سے راستہ طے کرتی رہی۔

تارجام سے کچھ ادھر ایک اعلیٰ درجے کا ہوٹل تھا......اس کے قریب سے گزرتے وقت

قاسم نے نعرہ لگایا......"وہ رہی......!"

"کیا......؟"

"میری گاڑی......ہوٹل کے کمپاؤنڈ میں......!"

حمید نے بریک لگائے اور گاڑی کو بیک کرنے لگا۔

پھر وہ ہوٹل کے کمپاؤنڈ میں داخل ہوئے۔

"تم یہیں ٹھہرو......میں اندر جاتا ہوں......" حمید نے قاسم سے کہا۔

"اب یہ نہیں ہوسکے گا......!"

"میری بات سمجھنے کی کوشش کرو......اگر کوئی ٹیکسی بھی لے اڑا تو!"

"تو تم بیٹھے رہو ٹیکسی میں......میں اندر جا کر دیکھ لوں غا......"

"تم دیکھو گے یا خود کو دکھاتے پھرو گئے!"

"میں کچھ بھی کروں......!"

"جہنم میں جاؤ......!" حمید نے کہا اور ٹیکسی سے اتر کر عمارت کی طرف چل پڑا۔ مڑ کر دیکھا ہی نہیں کہ قاسم کیا کر رہا ہے۔

ڈائننگ ہال میں چاروں طرف نظر دوڑائی لیکن عالیہ کا کہیں پتہ نہ تھا۔ پھر کاؤنٹر پر قیام کرنے والوں کے بارے میں پوچھ گچھ کی لیکن عالیہ کے متعلق کچھ معلوم نہ ہوسکا۔

پھر اس نے سوچا ہوسکتا ہے کسی اور کے ساتھ مقیم ہو۔ یا یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ ولی جاہ نے ایگل بیچ سے فرار ہونے کے بعد یہیں پناہ لی ہو......!

وہ مزید پوچھ گچھ کے لیے سلسلۂ گفتگو شروع ہی کرنے والا تھا کہ قاسم جھومتا ہوا کاؤنٹر کے قریب آ کھڑا ہوا۔ حمید کا دل چاہا کہ مارتے مارتے اس کا حلیہ بگاڑ دے۔ نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے وہ اسے گھورتا رہا۔

"قیا پتہ نہیں چلا......!" قاسم نے آہستہ سے پوچھا۔

"نہیں......!"

"یہاں ڈائننگ ہال تو ہوگا ہی......" قاسم نے پوچھا۔

"وہاں دیکھ چکا ہوں۔"

''چلو ایق بار پھر دیخ لیتے ہیں۔'' قاسم نے کہا اور منہ چلانے لگا۔اس کے بعد اس نے مضبوطی سے حمید کا بازو پکڑا اور بولا۔''چلو ڈائننگ ہال میں......!''

حمید نے اسے خونخوار نظروں سے دیکھا اور چپ چاپ چلنے لگا یہاں ہاتھا پائی نہیں کر سکتا تھا اور پھر وہ قاسم کی گرفت میں تھا۔

ڈائننگ ہال میں پہنچ کر اس نے حمید کو ایک کرسی پر بٹھا دیا۔لیکن اس کا بازو نہیں چھوڑا۔

ایک ویٹر کو اشارے سے قریب لا کر کہا۔''دو مرغ تگڑے والے۔''

''کیا شروع کر دیا تم نے......!'' حمید نے آنکھیں نکالیں۔

''بھاگ دوڑ میں بھوک لگ آئی ہے......!''

''اگر وہ نکل گئی تو......؟''

''اتنی جلدی نہیں نقل سکتی۔تم چین سے بیٹھے رہو......!''

''میرا بازو چھوڑ دو......!''

''بازو تو نہیں چھوڑوں گا چاہے ایک ہی ہاتھ سے کھانا پڑے!''

''تم سرکاری کام میں مداخلت کر رہے ہو اتنا سمجھ لو......!''

''اچھا جی...... یہ میں سرکار کب سے ہو گیا۔''

''کیا مطلب......؟''

''کام میرا ہے یا سرکار کا......؟''

''وہ کوئی بڑی مجرمہ معلوم ہوتی ہے!''

''الا قسم بازو کی ہڈی توڑ دوں گا۔'' قاسم نے نہ صرف دھمکی دی بلکہ بازو پر زور بھی ڈالا۔

''اب میرا بھی گھٹنا ہی چلے گا۔''

''ابے نہیں......!'' قاسم بھڑک کر پیچھے ہٹا اور بوکھلاہٹ میں حمید کا بازو بھی چھوڑ دیا۔

پھر وہ اُسے اتنی مہلت کہاں دے سکتا تھا کہ دوبارہ اس کا ہاتھ پکڑ سکتا۔

بڑی تیزی سے ڈائننگ ہال سے نکلا تھا اور کمپاؤنڈ کی طرف چل پڑا تھا۔

ٹیکسی وہاں موجود نہیں تھی۔لیکن قاسم کی امپالا اب بھی وہیں موجود تھی جہاں پہلے نظر

حمید اس کی طرف لپکا...... کنجی اگنیشن میں لگی نظر آئی۔ اس سے بہتر اور کوئی تدبیر نہیں ہوسکتی تھی کہ اب وہ اسے لے بھاگتا۔ آخر قاسم کو بھی تو سزا دینی ہی تھی۔

اس نے مڑ کر عمارت کے صدر دروازے کی طرف دیکھا۔ قاسم کا دور دور تک پتہ نہیں تھا۔ غالباً وہ اس کے پیچھے آیا ہی نہیں تھا۔ دو مرغوں کا آرڈر تو دے بیٹھا تھا......!

حمید اس کی گاڑی میں بیٹھ گیا۔ انجن اسٹارٹ کر کے اسے کمپاؤنڈ سے باہر نکال لایا۔ ٹیکسی کی کتاب اس کی جیب میں موجود تھی۔

تارجام کا چپہ چپہ اس کا دیکھا ہوا تھا۔ لہٰذا کتاب میں لکھے ہوئے پتے پر پہنچنے میں اسے کوئی دشواری پیش نہ آئی۔

یہ ایک سال خوردہ عمارت تھی لیکن پائیں باغ میں خاص سلیقے کو دخل معلوم ہوتا تھا....!

حمید نے پھاٹک ہی پر گاڑی روک دی اور نیچے اتر کر کال بل کا بٹن تلاش کرنے لگا۔ لیکن پھاٹک کے ستونوں میں ایسی کوئی چیز نظر نہ آئی۔

بالآخر اسے پھاٹک ہلانا پڑا...... پھاٹک کے ایک ستون پر صرف نمبر پڑے ہوئے تھے۔ نام کی تختی موجود نہیں تھی......!

پھاٹک لوہے کی چادر کا تھا۔ خاصا شور ہو رہا تھا اس کے ہلانے سے، لیکن حمید نے کوشش جاری رکھی......!

دفعتاً کسی نے دوسری طرف سے پھاٹک کو ایک جھٹکے کے ساتھ کھول دیا......!

یہ ایک طویل قامت آدمی تھا۔ آنکھوں پر تاریک شیشوں کی عینک تھی اور چہرہ اتنا شفاف تھا جیسے ابھی ابھی شیو کیا ہو......!

''لیکن آپ وہ تو نہیں ہیں......!'' اس نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''پھر کیوں خواہ مخواہ پھاٹک ہلا رہے ہیں......!''

''میں نہیں سمجھا......!''

''لیکن میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ کوئی اور ہے کیونکہ پھاٹک ہلانے میں وہ ربط اور تواتر نہیں تھا جس کے لیے ہدایت کی گئی تھی......!''

''آپ پتہ نہیں کیا فرما رہے ہیں جناب......!''

''تو آپ ہی فرمایئے کہ آپ کیا فرمانا چاہتے ہیں!'' اس نے تلخ لہجے میں کہا۔

''میں ساجد ہوں......!''

''یہ آپ لکھ کر بذریعہ ڈاک بھی بھجوا سکتے تھے۔ خواہ مخواہ پھاٹک ہلانا کیوں شروع کر دیا۔''

''آپ سی۔ بی شاہ ہیں!'' حمید نے پوچھا۔

''تب آپ جاہل بھی معلوم ہوتے ہیں......!''

''کیا مطلب......؟''

''شاہ نہیں شا......سی۔ بی شا۔ سیسل براؤن شا......!''

''یہ میری نہیں بلکہ کسی اور کی جہالت ہے۔'' حمید نے شدید غصے کے عالم میں کہا اور جیب سے ٹیکسی کی کتاب نکال کر اس کے چہرے کے قریب لے جاتا ہوا بولا۔ ''عینک اتار کر دیکھو تو زیادہ بہتر ہوگا......!''

''اوہ......تو میری ٹیکسی مل گئی......!'' وہ پر مسرت لہجے میں بولا۔

''کیا مطلب......؟''

''ظاہر ہے ٹیکسی مل گئی تبھی تو یہ کتاب....معاف کیجئے گا آپ شاید کوئی پولیس آفیسر ہیں۔''

''ٹھیک سمجھے......!'' کیا ہم کہیں بیٹھ کر گفتگو نہیں کر سکتے۔

''ضرور......ضرور......اندر تشریف لایئے۔'' وہ ایک طرف ہٹتا ہوا بولا۔

طویل روش طے کر کے وہ برآمدے میں پہنچے تھے اور وہیں بید کی کرسیوں پر بیٹھ گئے تھے۔

''میری ٹیکسی کب اور کہاں ملی......؟'' اس نے مضطربانہ انداز میں حمید سے پوچھا۔

''آپ نے کب رپورٹ درج کرائی تھی؟''

''ابھی ایک گھنٹہ پہلے کی بات ہے......!''

''اور آپ کو معلوم کب ہوا تھا کہ ٹیکسی لاپتہ ہے!''

''آج صبح جب ڈرائیور اسے واپس نہیں لایا تو تشویش ہوئی تھی! پہلے اپنے طور پر ڈرائیور کو تلاش کراتا رہا۔ جب وہ نہیں ملا تو رپورٹ درج کرا دی لیکن واقعی پولیس کی کارکردگی سے مجھے متاثر ہونا پڑا ہے۔ ایک گھنٹے کے اندر اندر پتہ لگا لیا......!''

''آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے......!''

''کیا مطلب......؟''

''یہ کتاب مجھے سڑک پر پڑی ملی تھی۔ میں نے سوچا آپ کو پہنچا ہی دوں اور اس سلسلے میں کسی معاوضے کا طلبگار نہیں......!''

''ظاہر ہے امپالا رکھنے والا دس بیس کا طلبگار کیوں ہونے لگا۔'' سی۔ بی شانے بڑے تلخ لہجے میں کہا۔

''لیکن اگر آپ معاوضہ ادا ہی کرنا چاہتے ہیں تو اس کی دوسری صورت بھی ہوسکتی ہے''

''وہ کیا جناب......؟'' لہجے کی تلخی بدستور قائم رہی۔

''میں پھاٹک ہلانے سے متعلق آپ کی عجیب وغریب گفتگو کا مفہوم سمجھنے کے لیے بے چین ہوں......!''

''مجھے یاد نہیں کہ میں نے کیا کہا تھا......!''

''آپ نے کہا تھا کہ جب تم وہ نہیں ہو تو پھاٹک کیوں ہلا رہے ہو!''

''اوہاں......میں اس کے لیے ایک آدمی کو معاوضہ ادا کرتا ہوں کہ ایک خاص وقت پر آکر پھاٹک ہلایا کرے......!''

''آخر کیوں......؟''

''مینڈکوں پر مختلف قسم کی آوازوں کے اثرات کا مشاہدہ کر رہا ہوں۔''

''اوہ تو آپ......!''

''جی ہاں......میں بیالوجسٹ ہوں......!''

''بھلا اس سے مینڈکوں کو کیا فائدہ پہنچے گا......''

''میرا وقت برباد نہ کیجئے......!'' وہ ہاتھ اٹھا کر خشک لہجے میں بولا۔

''مجھے بھی مینڈکوں سے دلچسپی ہے......!''

''وہ کس قسم کی دلچسپی ہے جناب؟''

''ہر قسم کی دلچسپی......مثلاً مینڈکوں کو کس طرح ناشتہ کرنا چاہئے۔ یا ناشتے میں کس قسم کے مینڈک پیش کیے جائیں......!''

''کیا آپ میرا مذاق اڑانا چاہتے ہیں......!''

''ہرگز نہیں جناب! میں بھی آپ ہی کی طرح بیالوجسٹ ہوں اور میرا موضوع ہے جھینگر!''

''آپ جھینگر کے بارے میں کیا جانتے ہیں۔''

سی۔ بی شا کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔

''یہی کہ وہ جھینگے کا بدل ثابت ہو سکتا ہے۔ چائے کے ساتھ اگر دو چار جھینگر بھی دم کر دیئے جائیں تو دمے کے مریضوں کو خاصا فائدہ پہنچ سکتا ہے......!''

''آپ براہ کرم تشریف لے جائیں۔ ورنہ......!''

''کیا آپ مجھے اپنے ٹیکسی ڈرائیور کا حلیہ بتا سکیں گے......!''

''میں نے عرض کیا نا کہ آپ براہ کرم تشریف لے جائیں......!''

''اگر آپ نے ٹیکسی ڈرائیور کا پتہ نہ بتایا تو ممکن ہے کہ آپ کسی جرم میں ملوث ہو جائیں......!''

''آپ آخر ہیں کیا بلا......!'' سیسل شا اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

''آپ کی ٹیکسی اغواء کے کیس میں پکڑی گئی ہے۔ ڈرائیور فرار ہو گیا۔''

''میں پوچھ رہا ہوں آپ کون ہیں......!''

اتنے میں تین چار بڑے بڑے مینڈک پھدکتے ہوئے برآمدے میں آ گئے......!

''اوہو......!'' حمید پر مسرت لہجے میں چیخا۔ ''کتنے توانا اور فربہ مینڈک ہیں یقین کیجئے میں نے آج تک اتنے خوبصورت مینڈک نہیں دیکھے تھے یہ نر ہیں یا مادہ......!''

''آپ کو پسند آئے؟'' سیسل شا کے دانت بھی نکل پڑے۔

''بہت زیادہ...... مجھے حیرت ہے...... واللہ یہ مینڈک ہیں...... یا مینڈھے......!''

''عراق سے منگوائے گئے تھے اور اب میں یہاں ان کی نسل بڑھا رہا ہوں ان کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ان کی اوپری کھال مختلف قسم کی آوازوں سے متاثر ہو کر رنگ بدلتی ہے۔''

''میرا خیال ہے کہ میں یونیورسٹی کے شعبہ سائنس میں بھی آپ کا تذکرہ سن چکا ہوں۔''

''اچھا......!'' سیسل شا کھلا پڑا رہا تھا اور حمید کے بہکنے کی وجہ دراصل یہ تھی کہ اسے ایک کھڑکی میں پل بھر کے لیے ایک رنگین سا سایہ دکھائی دیا تھا اندر سے ایک بڑی کھنکتی ہوئی سی چھینک کی گونج بھی سنائی دی تھی......!

''آپ چائے پئیں گے یا کافی......!'' سیسل شا نے پوچھا۔

''ارے اس کی زحمت کیوں کرتے ہیں......!''

''نہیں کوئی بات نہیں......اندر چلئے!''

حمید تو یہ چاہتا ہی تھا۔ اس کھنکتی ہوئی چھینک کی گونج اب بھی اس کے کانوں میں نزلہ ٹپکا رہی تھی۔ بس تو پھر......وہ اس کے ساتھ ڈرائینگ روم میں آیا......!

پھر سیسل اسے وہیں چھوڑ کر اندر چلا گیا۔

ڈرائینگ روم کی دیواروں پر مختلف قسم کے مینڈکوں کی تصاویر آویزاں تھیں۔

دیواروں سے نظر ہٹ کر اس دروازے پر ٹھہری جس سے اس کا میزبان اندر گیا تھا اور پھر وہیں ٹھہری رہ گئی کیونکہ وہاں نظر آنے والا السیشئن اسے اچھے تیوروں سے نہیں دیکھ رہا تھا۔

حمید کا کارنامہ

السیشئن بے حد خونخوار معلوم ہوتا تھا اور اب اس کے حلق سے ہلکی ہلکی غراہٹ بھی نکلنے لگی تھی۔

حمید نے بغلی ہولسٹر پر ہاتھ رکھ لیا دن بھر بندھا رہنے والا رکھوالی کا کتا معلوم ہوتا تھا! تو پھر کیا یہ اس وقت اسی کے لیے چھوڑا گیا ہے۔

حمید اگر پوری طرح ہوشیار نہ ہوتا تو کتے نے پہلی ہی جست میں اس کی گردن لی ہوتی۔

وہ اچھل کر دروازے کے پاس جا پہنچا اس کے بعد برآمدے ہی میں ہوتا لیکن ایک مترنم سی آواز نے کتے کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔

ایک بڑی اسمارٹ لڑکی کتے کو ڈانٹ رہی تھی......!

''جیک......شٹ اپ......گٹ ان......گٹ ان......!''

کتا دم ہلاتا ہوا پھر اندر چلا گیا۔

لڑکی جین اور جیکٹ میں ملبوس تھی اور سیسل شا کی طرح بالکل دیسی نہیں معلوم ہوتی تھی اگر شا کی ہی لڑکی تھی تو اس کی ماں یقینی طور پر کسی سفید فام نسل سے تعلق رکھتی ہوگی۔

''پلیز سِٹ ڈاؤن......'' اس نے حمید سے کہا۔ ''ڈیڈی از بزی ان دی کچن......!''

''ڈیٹس آل رائٹ......!'' حمید بیٹھتا ہوا مسکرایا۔

''وہ صرف دھمکیاں دیتا ہے...... خطرناک نہیں ہے!'' لڑکی بدستور مسکراتی ہوئی بولی۔

''کون......؟''

''جیکی......؟''

''اوہو...... میں سمجھا شاید آپ مسٹر شا کے بارے میں کہہ رہی ہیں......!''

''وہ دھمکیاں نہیں دیتے۔ لیکن خطرناک ہیں اور اسی لیے میں نے مناسب سمجھا کہ میں ہی تم سے گفتگو کروں۔ ٹیکسی کا کیا قصہ ہے......؟''

''ایک کتاب مجھے سڑک پر پڑی ملی تھی۔ میں نے سوچا اسے مالک تک پہنچا دوں۔ پھر معلوم ہوا کہ مسٹر شا بیالوجسٹ ہیں۔ مجھے بھی بیالوجی سے دلچسپی ہے......!''

''اُوہو...... تبھی وہ آپ کے لیے خود چائے تیار کر رہے ہیں۔''

''کیا مطلب......؟''

''آپ نے یقیناً ان کے مینڈکوں میں دلچسپی لی ہو گی!''

''جی ہاں...... اور یہ حقیقت ہے کہ ڈاکٹر شا......!''

''پروفیسر شا......!'' لڑکی نے تصحیح کی! ''وہ پروفیسر ہی کہلانا پسند کرتے ہیں......!''

''میں آئندہ بھی ان کے مینڈکوں میں دلچسپی لیتا رہوں گا۔'' حمید نے بڑے خلوص سے کہا۔ اور وہ اسے شرارت آمیز نظروں سے دیکھنے لگی۔ پھر بے حد سنجیدہ ہو کر بولی۔ ''کیا تم ہم لوگوں کو بے وقوف سمجھتے ہو......!''

''میں اپنے علاوہ اور کسی کو بھی بیوقوف نہیں سمجھتا...... بڑے پائے کا بیوقوف ہوں میں...... بعض مواقع پر آپ مجھ سے مل کر بے حد خوش ہوں گی...... اوہ...... وہ دیکھئے آپ کا جیکی مجھے پھر کینہ توز نظروں سے دیکھ رہا ہے۔''

لڑکی دروازے کی طرف مڑی اور کتے کو وہاں دیکھ کر گرجی۔ ''جیکی گِٹ ان...... یو انفرنل بیسٹ......!''

ٹھیک اسی وقت برآمدے سے بھاری قدموں کی آواز آئی اور کسی نے کہا...... ''کیا میں

اندر آ سکتا ہوں......؟''

''یس پلیز......!'' لڑکی کرسی سے اٹھتی ہوئی بولی اور پھر ایک باوردی پولیس آفیسر ڈرائینگ روم میں داخل ہوا......!

حمید نے طویل سانس لی اور کرسی کی پشت سے ٹک گیا۔

آنے والے نے حمید پر نظر ڈالی پہلے کسی قدر ٹھٹکا اور پھر لاتعلقی کا مظاہرہ کرتا ہوا لڑکی سے بولا۔

''پروفیسر کہاں ہیں؟''

''بیٹھئے! میں انھیں بھیجتی ہوں......!''

آنے والے نے حمید کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا اور حمید نے مسکرا کر اپنی بائیں آنکھ دبائی۔

اتنے میں پروفیسر کمرے میں داخل ہوا۔

''یہی ہے وہ آدمی ......انسپکٹر!'' وہ حمید کی طرف ہاتھ اٹھا کر دہاڑا۔

''اوہ......!'' انسپکٹر نے حمید کو گھور کر دیکھا اور حمید احمقانہ انداز میں جلدی جلدی پلکیں جھپکانے لگا......!

''اس سے پوچھئے کہ اسے میری ٹیکسی کی کتاب کہاں ملی تھی......!''

''کیوں جناب......!'' انسپکٹر نے حمید سے سوال کیا۔

''پروفیسر ہی سے پوچھئے کہ میں نے انھیں کیا بتایا تھا......!''

''مین آپ ہی کی زبان سے سننا چاہتا ہوں!''

''سڑک پر پڑی ملی تھی......!''

''کہاں ......کس جگہ......!''

''اس طرح بتانا مشکل ہے......آپ کو میرے ساتھ چلنا پڑے گا......!''

''کتاب کہاں ہے؟''

''میرے پاس......!'' پروفیسر کوٹ کی جیب سے کتاب نکالتا ہوا بولا۔

اب حمید کو یاد آیا کہ اس نے باتوں ہی باتوں میں کتاب اس کے حوالے کر دی تھی

حالانکہ اسے اس کے پاس ہونا چاہئے تھا.....!

''لائیے کتاب..... مجھے دیجئے..... میں دیکھوں گا اس معاملے کو۔'' انسپکٹر نے اس کے ہاتھ سے کتاب لیتے ہوئے کہا اور پھر حمید سے بولا۔ ''مجھے وہ جگہ دکھائیے جہاں آپ کو کتاب ملی تھی.....!''

حمید اٹھ گیا۔

''یہ امپالا آپ کی ہی ہے.....!'' انسپکٹر نے پوچھا۔

''جی ہاں.....!''

''اچھا پروفیسر.....!'' انسپکٹر سیسل شا سے بولا۔ ''میں اپنا اسکوٹر یہیں چھوڑے جا رہا ہوں.....!''

''اچھی بات ہے.....!''

ان دونوں نے خاموشی سے روش طے کی اور گاڑی میں آ بیٹھے۔ جب گاڑی حرکت میں آ گئی تو انسپکٹر نے پوچھا۔ ''کیا قصہ ہے، تمہارا گرانڈیل دوست ابھی کچھ ہی دیر پہلے بڑی دیر تک میرا دماغ چاٹتا رہا تھا۔ یہ گاڑی شاید اسی کی ہے.....!

''ہاں..... آں..... لاؤ وہ کتاب مجھے دے دو اور پروفیسر کے بارے میں جو کچھ بھی جانتے ہو بتاؤ.....!''

سب انسپکٹر مقصود پہلے حمید ہی کے محکمے سے تعلق رکھتا تھا پھر اسے سول پولیس میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ ان دنوں وہ تار جام کے تھانے میں سیکنڈ آفیسر کے فرائض انجام دے رہا تھا۔

حمید نے اس سے ٹیکسی کی کتاب لے لی۔

''اس وقت قاسم کہاں ہے.....!''

''گرینڈ ہوٹل کے کمرہ نمبر گیارہ میں.....!''

''اس نے تمہیں کیا بتایا ہے.....!''

''یہی کہ تم دونوں گرینڈ میں چائے پی رہے تھے۔ اچانک تم پیشاب کرنے کے بہانے اٹھے اور اس کی گاڑی لے بھاگے.....!''

حمید نے طویل سانس لی اور سوچا بالکل ہی عقل سے پیدل نہیں ہے۔

''ٹیکسی کی کتاب کا کیا قصہ ہے......!''

''تم فکر نہ کرو...... پروفیسر سے کہہ دینا کہ کتاب تمہارے پاس موجود ہے ٹیکسی کی بازیابی پر ہی اسے مل سکے گی......!''

''تمہاری مرضی......!'' مقصود نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی!

''اور میرے بارے میں اسے یقین دلانے کی کوشش کرنا کہ میں نے اس سے جھوٹ نہیں بولا تھا......!''

''اور فِلّی کے بارے میں کیا خیال ہے!'' مقصود نے شرارت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا۔

''کون فِلّی......؟''

''پروفیسر کی لڑکی......اوفلیا براؤن شا......عرف عام میں فِلّی کہلاتی ہے......!''

''میں نے پوچھا تھا پروفیسر کے بارے میں کیا جانتے ہو!''

''وہ تین سال سے اسی عمارت میں مقیم ہے......!''

''ذریعہ معاش......؟''

''ریس میں گھوڑے دوڑتے ہیں......اس کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتا اوفلیا بڑی اچھی جاکی بھی ہے۔ اکثر وہ خود ہی پروفیسر کے گھوڑے دوڑاتی ہے......!''

''وہ بیالوجسٹ بھی ہے......؟'' حمید نے پوچھا۔

''کہتا تو یہی ہے......!''

''ٹیکسی کی گمشدگی کی رپورٹ اس نے کسی وقت درج کرائی تھی!''

''تین بجے کے قریب......اور ٹھیک ساڑھے چار بجے مجھے فون کیا تھا کہ ایک مشتبہ آدمی گمشدہ ٹیکسی کی کتاب لایا ہے۔ وہ اور اس کی بیٹی اسے باتوں میں الجھائے ہوئے ہیں۔''

''ہوں......تمہیں تھانے ہی پر اتار دوں......!''

''تم اب کہاں جاؤ گے......رات یہیں گزارو......گرینڈ میں کیبرے دیکھیں گے۔ کوئی غیر ملکی طائفہ ہے......!''

''پھر بھی......مجھے فوراً واپس جانا ہے!''

''تمہاری مرضی...... ہاں مجھے تھانے ہی پر اتار دینا......!''

تھانے پر اسے چھوڑ کر حمید نے گرینڈ کی راہ لی۔ قاسم اسے دیکھتے ہی پھاڑ کھانے دوڑا تھا لیکن حمید کے کڑے تیور دیکھ کر بات آگے نہیں بڑھائی تھی......!

''میں تم سے کہہ رہا تھا کہ ٹیکسی میں بیٹھو لیکن تم نے سارا کھیل بگاڑ دیا میں باہر نکلا تو ٹیکسی غائب تھی مجبوراً تمہاری گاڑی لے جانی پڑی......!''

''چلو کھیر......قوئی بات نہیں......وہ بھی ملیں یا نہیں۔ نالیہ اریمان۔''

''نالیہ اریمان نہیں......عالیہ نریمان......!''

''چلو چلو ٹھیک ہے......!''

''اب کیا ارادہ ہے......!''

''اللہ جانے......'' کہہ کر قاسم نے جماہی لی۔ اتنے میں فون کی گھنٹی بجی اور حمید نے ریسیور اٹھالیا۔

''روم نمبر گیارہ......!'' دوسری طرف سے آواز آئی۔ ''آپکی کال ہے ہولڈ آن کیجئے۔''

''ہلو......کون بول رہا ہے......!'' دوسری طرف سے آواز آئی اور اس بار والی آواز نے حمید کا خون خشک کر دیا......!

وہ تھوک نگل کر ماؤتھ پیس میں بولا۔ ''حمید۔''

''قاسم کہاں ہے......؟''

''یہیں......میرے ساتھ......!''

''تم دونوں فوراً واپس آؤ......!'' کہہ کر دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا اور حمید نے بھی ریسیور رکھ کر طویل سانس لی۔

''قون تھا......؟'' قاسم نے قریب آ کر پوچھا۔

''کرنل......!''

''ارے باپ رے......کیا خبر ہوگئی ان کو......!''

''چوکیدار نے تمہارے باپ کو اطلاع دی ہوگی۔ وہ مجھے بھی پہچانتا ہے۔ ظاہر ہے کہ معاملہ دو غیر ملکیوں کا تھا! پھر دو پولیس انسپکٹر آئے تھے اس کے بعد ہم دونوں بھی غائب ہو

گئے۔تمہارے باپ نے کرنل کا بھیجا چاٹا ہوگا.....خدا ایسا باپ گدھے کو بھی نہ دے!''

''اور کیا..... ہائیں.....کیا کہا تم نے۔زبان سنبھال کر......!''

''میرا ایسا باپ ہوتا تو میں خودکشی کر لیتا......!''

''ہاں...... ہاں.....تم تو چاہتے ہی ہو کہ میں مر جاؤں!''

''تمہاری بیوی بھی اس جملے پر یہی کہتی......!''

''ہرگز نہ کہتی سالے......سب کچھ تم خود ہی کہتے ہو!''

''اچھا اچھا چلنے کی تیاری کرو......!''

''میں تو نہیں جاتا.....لیقن یہ کسی کو کیا مالوم کہ ہم یہاں تارجام میں ہیں......!''

''تمہیں کس طرح معلوم ہوا تھا کہ میں تارجام کی طرف گیا ہوں......؟''

''اس ٹیکسی والے سے جو تمہیں لے جا رہا تھا......!''

''تم جیسی گوبر عقل رکھنے والا تو یہ معلوم کر لے اور کرنل فریدی اس سے محروم رہ جائے۔''

''اے تم خود گوبر عقل...... بلکہ کتے کا گوہ عقل......! بڑھتے ہی چلے جاتے ہیں میں کچھ نہیں بولتا تو......!''

''بیٹا چلنے کی تیاری کرو ورنہ ہتھکڑیاں لگ جائیں گی!''

''قیوں کیا میں نے کہیں ڈاکہ ڈالا ہے!''

''جہنم میں جاؤ......!'' حمید نے کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

''اچھا......اچھا ٹہرو...... چلتا ہوں!''

کچھ دیر بعد وہ پھر شہر کی طرف روانہ ہو گئے۔

حمید خاموش تھا۔اس بھاگ دوڑ میں دوپہر کا کھانا بھی نصیب نہیں ہوا تھا......!

شہر پہنچتے پہنچتے اندھیرا پھیل گیا۔

''پہلے میرے گھر چلو......!'' قاسم بولا۔

''حکم ہوا ہے کہ قاسم سمیت سیدھے یہیں پہنچو!''

''میں قیا قسی کے باپ کا نوکر ہوں!''

''قاسم اگر یہ بات بڑھ گئی تو مزید مصیبت میں پڑ جاؤ گے تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ تم

نے دو سفید فام غیر ملکیوں کو اپنے کمرے میں بند کر کے مارا تھا۔ ایک کی ٹانگ توڑ دی تھی۔''

فریدی سے برآمدے ہی میں ملاقات ہوئی۔ وہ آرام کرسی پر نیم دراز کوئی کتاب دیکھ رہا تھا......!

''تم فوراً اپنے باپ کو فون پر اطلاع دو کہ یہاں پہنچ گئے ہو!'' اس نے قاسم سے کہا۔

''گھر ہی قیوں نہ چلا جاؤں!''

''جی نہیں......آپ وہی کیجئے جو میں کہہ رہا ہوں......!''

''بہت بہتر......!'' قاسم نے ایسے لہجے میں کہا جیسے طوعاً و کرہاً فریدی اس کے مشورے پر عمل کرنے جا رہا ہو......!

قاسم اندر چلا گیا اور فریدی حمید کو گھورنے لگا۔

''ایک سفارت خانے کے کلچرل سیکرٹری نے تمہاری شکایت کی ہے کہ تم نے اس کے مہمانوں پر تشدد کیا ہے......!''

''ٹانگ قاسم نے توڑ دی تھی...... میں تو یہی سوچتا رہ گیا تھا کہ کہیں میری اپنی ہی ٹانگ نہ ٹوٹ جائے۔''

''کیا بکواس ہے؟''

''کیا باضابطہ طور پر شکایت ہوئی ہے!''

''نہیں......وہ میرا شناسا ہے......!''

''آہا تو کیا وہ مجھے پہچانتا ہے۔ اب یاد آیا کہ وہ کس سفارت خانے سے تعلق رکھتا ہے۔''

''غیر ضروری باتیں نہ کرو۔ مجھے بتاؤ کیا بات تھی؟''

اتنے میں قاسم آ گیا اور حمید نے اس سے کہا۔ ''تم جا کر میرے کمرے میں آرام کرو۔''

''بہت اچھے......'' وہ ہاتھ نچا کر بولا۔ ''میں جا قر آرام کروں اور تم جھوٹی سچی لگاؤ میرے لیے......!''

''ٹھیک ہے تم بھی بیٹھو......!'' فریدی بولا۔

حمید نے اپنی کہانی قاسم کے ہٹ سے شروع کی اور پروفیسر شا کے بنگلے پر ختم کر دی۔

''اور یہ رہا وہ نقلی پستول...... ٹیکسی کی کتاب بھی لیتا آیا ہوں۔'' اس نے ٹیکسی کی کتاب

ہی کے ساتھ تمباکو کی پاؤچ بھی نکالتے ہوئے کہا۔

فریدی نے پستول اور ٹیکسی کی کتاب لے کر سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیئے اور قاسم کی طرف متوجہ ہوا۔

قاسم کے چہرے پر گویا زلزلہ آ گیا تھا۔ ہونٹ اپنے انداز میں پھڑک رہے تھے اور آنکھیں اپنے انداز میں آڑی ترچھی ہو رہی تھیں.....!

اس نے ہکلا ہکلا کر بدقت اپنی داستان سنائی۔

''ہوں.....اور وہ بھول گئے.....!'' حمید اس کے خاموش ہوتے ہی بولا۔

''تم چپ رہو.....!'' قاسم جھینپ کر بولا۔

''اس نے دوسری بار خواب دیکھنے کے لیے خوشی سے اس کے ہاتھ پر ڈھائی سو روپے رکھ دیئے.....!''

''ہاں ہاں.....رخ دیئے تھے تو پھر.....تمہارے باپ کے رکھ دیئے تھے!''

''شور نہ مچاؤ.....!''

''آپ اسے قیوں نہیں منع کرتے.....!''

''تم نے مجھے پوری بات کیوں نہیں بتائی تھی۔''

قاسم کچھ نہ بولا۔ کسی نک چڑھی لڑکی کی طرح اس نے سر جھکا کر منہ پھلا لیا تھا۔ پھر حمید ہی کہانی کا وہ ٹکڑا بھی سناتا ہوا بولا۔''اپنے ہونے والے گھوسی فادران لا سے انتقام لینے کے لیے برخوردار دوسری بار خواب دیکھنا چاہتا تھا.....!''

''اب برداشت نہیں کر سکتا۔'' قاسم اچھل کر کھڑا ہوتا ہوا بولا۔''تم برخوردار۔ تمہاری سات پشتیں برخوردار ہاں نہیں تو.....میں لحاظ کرتا ہوں اور آپ ہیں کہ سر پر چڑھے آ رہے ہیں۔''

''بیٹھ جاؤ.....!'' فریدی نے سخت لہجے میں کہا۔

''اسے بھی تو سمجھایئے.....!'' قاسم دوبارہ بیٹھتا ہوا بولا۔

''کیا تمہیں لیڈی سیکریٹری کی ضرورت ہے۔'' فریدی نے نرم لہجے میں پوچھا.....!

''بالقل نہیں..... مجھے قیوں ہونے لگی جرورت.....کیا میرے باپ نہیں ہے.....یہی سکھایا پڑھایا کرتا ہے مجھے.....کہنے لگا.....اچھی تو ہے اب تم اسے نوکر رکھ لو.....!''

حمید اس کے جھوٹ پر نہ صرف دنگ رہ گیا بلکہ بغلیں جھانکنے لگا۔

''کیوں......!'' فریدی اس کی طرف مڑا۔

''اور کہہ رہا تھا کچھ دن تم نوکر رکھنا اور کچھ دن میں رکھوں گا۔'' قاسم نے دوسرا ٹکڑا لگایا۔

''کیوں بکواس کر رہا ہے......!''

''ہاں اب قرنل صاحب کے سامنے یہی تو کہو گے۔ صرف انھیں سے تو نانی مرتی ہے اور ساری دنیا میں دندناتے پھرتے ہو!''

''اچھا اب تم اپنے گھر جاؤ......!'' فریدی نے اس سے کہا۔

''گھر پر قیا رکھا ہے......اس وقت تو کچھ کھانے کو بھی نہیں ملے گا۔''

''کیا کھاؤ گے......؟''

''آپ نے بھی تو کتے پال رکھے ہیں۔ بھیڑ بکریاں پالی ہوتیں......!'' حمید بول پڑا۔

''تم چپ رہو......!'' قاسم اسے گھونسہ دکھا کر بولا۔ ''میں مرغیاں پالنے کو کہہ رہا تھا۔''

''مرغ کھاؤ گے......!'' فریدی نے پوچھا۔

قاسم منہ چلانے لگا۔

''میرا باورچی فریج میں کافی سامان رکھتا ہے......مرغ بھی ہوں گے تین کافی ہوں گے تمہارے لیے...... یا اور......!''

''جی بس ٹھیک ہے......!''

''تم کچن میں جا کر کہہ دو......!'' فریدی نے حمید سے کہا۔

''اس کے لیے......؟ میں جاؤں گا......!''

''نہیں......میرے لیے قیوں جاؤ گے۔ اس کے لیے کر رہے تھے بھاگ دوڑ دیکھا آپ نے......!''

''کسی دن تمہیں مسلم روسٹ کروں گا......!''

''دیکھئے......دھمکی دی جا رہی ہے مجھے......!''

فریدی نے پھر کتاب اٹھالی تھی......حمید کچن کی طرف چلا آیا۔

اب وہ بڑی بوریت محسوس کر رہا تھا۔ دل چاہ رہا تھا کہ تارجام ہی کی طرف نکل بھاگے

اور پروفیسر شا کے بنگلے پر پہنچ کر دم لے۔ مینڈکوں کے بارے میں اس کی معلومات کو چیلنج کرے اور وہ کیا نام بتایا تھا مقصود نے.....اوفلیا براؤن شا.....فلی کہلاتی ہے....فلی، ہاہا کیس بن جائے تو مزہ آ جائے گا.....اونہہ کیس نہ بنے تب بھی مجھے مینڈکوں سے بہرحال دلچسپی ہے.....!

کھانے کی میز پر بھی اس کا ذہن تار جام ہی میں بھٹکتا رہا تھا حالانکہ فریدی کا لیکچر بھی ساتھ ہی ساتھ جاری تھا۔ وہ ان دونوں کو سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا کہ آدمی کو ہمیشہ اپنے کام سے کام رکھنا چاہئے اور ولی جاہ کوئی فراڈ قسم کا ہپناٹسٹ تھا.....!

کھانے کے بعد قاسم رخصت ہو گیا اور حمید سوچ رہا تھا کہ اب اسے مزید بور ہونا پڑے گا لیکن خلاف توقع فریدی نے اسے روکا نہیں تھا.....!

وہ اپنے کمرے میں آیا اور لباس تبدیل کر کے جو گرا ہے پلنگ پر تو پھر دوسرے ہی دن کا سورج دیکھا تھا.....ساری رات گہری نیند سوتا رہا تھا۔

صبح اٹھا تو فریدی سے ناشتے کی میز پر بھی ملاقات نہ ہوئی۔

دفتر پہنچا تو معلوم ہوا کہ فریدی صبح سات بجے ہی دفتر پہنچ گیا تھا اور اس وقت فوٹو گرافی کے شعبے کی عمارت میں موجود ہے۔

حمید اپنے کمرے میں جا کر بیٹھ گیا جو فریدی کے کمرے سے ملحق تھا.....!

کچھ دیر بعد فون کی گھنٹی بجی.....اس نے ریسیور اٹھا لیا۔

دوسری طرف سے فریدی کی آواز آئی۔ ”کیا دفتر پہنچ گئے.....؟“

”اگر آپ کو یقین آ سکے تو.....!“

”میں تم سے بہت خوش ہوں.....کل تم نے ایک بڑا کارنامہ انجام دیا ہے.....!“

”میں بے ہوش ہو جاؤں..... یا بغلیں بجاؤں.....!“

”سیدھے تار جام چلے جاؤ.....تمہیں وہیں رہ کر پروفیسر پر نظر رکھنی ہے.....!“

تلاش

فوری طور پر حمید کچھ نہ کہہ سکا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس نے کونسا کارنامہ

انجام دیا ہے۔ ان میں سے کوئی بھی تو ہاتھ نہیں لگا تھا۔ حتیٰ کہ ٹیکسی ڈرائیور بھی اسے جل دے گیا تھا۔

''میں نہیں سمجھ سک..........سکتا.....!'' وہ ماؤتھ پیس میں ہکلایا، ''مم......میں نے کونسا کارنامہ انجام دیا ہے۔''

''یقین کرو میں سچ کہہ رہا ہوں.....'' دوسری طرف سے فریدی کی آواز آئی۔ ''تمہارا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ تم نے وہ نقلی پستول مجھ تک پہنچا دیا اچھا ٹھہرو......دس منٹ بعد مجھ سے میرے کمرے میں مل سکتے ہو.....!''

حمید نے دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر ریسیور رکھ دیا...... پستول......اس نے سوچا بھلا اس میں کیا ہو سکتا ہے۔ اونہہ یہاں تو لتے کا بھی سانپ بن سکتا ہے۔ پستول کے بجائے گوبھی کا پھول بھی ہاتھ آیا ہوتا تو اس کی پینڈی میں انہیں ایٹم کی شہزادی نظر آتی۔ وہ ہاتھ ہی ایسے تھے کہ ان میں جو چیز پہنچتی جادو کا پٹارا بن گئی۔ اب ہو سکتا ہے وہ نقلی پستول ایک ایسی توپ ثابت ہو کسی خاص میکنزم کو حرکت دینے سے تین انچ کے گولے اگلنے لگتی ہو۔ جہنم میں جائے...... ہاں تو وہ اوفلیا براؤن شاعرف فلّی۔ تارجام...... اسے فوراً تارجام روانہ ہو جانا چاہئے تھا آخر خواہ مخواہ وضاحت کیوں طلب کرنے بیٹھ گیا۔ اب دس منٹ بعد ان کے کمرے میں حاضری دو اور اس تلخ مرحلے سے گزرو کہ ''فی الحال'' میں نے اپنی اسکیم بدل دی ہے اب تم تارجام جانے کی بجائے ڈیڑھ سیر بھنڈیاں خرید لاؤ۔''

دس منٹ بعد وہ فریدی کے کمرے میں پہنچا لیکن وہ وہاں موجود نہیں تھا۔ پھر وہ انتظار کے لیے بیٹھنے ہی والا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی......اس نے ریسیور اٹھا لیا۔

''غالباً تم میرے منتظر ہو گے......'' دوسری طرف سے فریدی کی آواز آئی......!

''یقیناً جناب عالی......!''

''لیکن میں فی الحال تم تک نہیں پہنچ سکتا......تم تارجام جا سکتے ہو۔''

''لیکن میں وہاں کروں گا کیا......؟''

''گمشدہ ٹیکسی کی تلاش......مقصود اس سلسلے میں تمہاری مدد کرے گا......!''

''آپ مجھے بچوں کی طرح بہلانے کی کوشش کر رہے ہیں!''

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا۔

''اچھی بات ہے......!'' حمید ریسیور کریڈل پر پٹختا ہوا بڑبڑایا۔ ''میں تار جام جا رہا ہوں۔ نتیجے کے ذمہ دار آپ خود ہوں گے......!''

وہاں سے اٹھ کر وہ پھر اپنے کمرے میں آیا اور میز کے گوشے سے ٹک کر پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔

ایک بار پھر وہ نقلی پستول اس کے ذہن میں کلبلایا۔ اگر وہ کوئی ایسی ہی اہم چیز تھی تو اُسے اندھے کے ہاتھ میں بیٹر لگنا ہی کہا جا سکتا ہے۔

''جہنم میں گیا پستول ......!'' وہ بڑبڑایا مزید کچھ اور بڑبڑانے والا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ جھنجھلا کر ریسیور اٹھا لیا۔

''قہو ملی یا نہیں......!'' دوسری طرف سے سوال کیا گیا۔

''مل غئی......!'' حمید نے نتھنے پھلا کر قاسم ہی کے لہجے کی نقل اتاری......!

''تو پھر اب کیا ارادہ ہے؟''

''عاصم صاحب کے پاس بھجوا رہا ہوں......!''

''قیا مطلب......؟''

''تمہارے تو باپ موجود ہے......وہ بے چارے یتیم ہیں۔ اُن کے لیے ضروری ہے لیڈی سیکریٹری......!''

''دیخو......دیخو......فون پر گالیاں دینا منع ہے ورنہ بتا تا تم کو......اچھا بیٹا وہیں دفتر پہنچ رہا ہوں......!''

''خفا کیوں ہو رہے......!''

''تم باپ دادا کیوں چڑھ رہے ہو!''

''تمہیں نے پچھلی رات کرنل سے کہا تھا کہ میرے تو باپ ہے مجھے کیا ضرورت ہے لیڈی سیکریٹری کی......!''

''امے وہ تو میں یونہی گڑ بڑا کر کہہ غیا تھا۔ سچ مچ تھوڑا ہی کہا تھا۔ باپ ہو یا نہ ہو لیڈی سیکریٹری ضرور ہونی چاہئے۔ مین آ رہا ہوں......!''

حمید نے ریسیور رکھ دیا اور اپنا ہینڈ بیگ اٹھا کر دروزاہ کی طرف لپکا۔ قاسم کے پہنچنے سے قبل ہی یہاں سے نکل جانا چاہتا تھا۔

پارکنگ شیڈ میں فریدی کی لنکن موجود نہیں تھی۔ اس نے اپنی موٹر سائیکل سنبھالی اور گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔

تارجام جانے کی اجازت ملی تھی لیکن وہاں کی مدت قیام کے بارے میں کچھ نہیں کہا گیا تھا اس کا یہ مطلب تھا کہ اسے پوری تیاری کے ساتھ جانا چاہئے۔ ضروری نہیں تھا کہ ٹیکسی ڈرائیور جلد ہی ہاتھ آ جاتا۔

گھر پہنچ کر اس نے سوٹ کیس میں کپڑے رکھے اور روانگی کے لیے تیار ہی تھا کہ فون کی گھنٹی بجی......!

اس نے ریسیور اٹھا لیا...... دوسری طرف سے فریدی کی آواز آئی۔ ''میرے اندازے کے مطابق تم اب گھر پہنچ چکے ہوں گے......!''

''نہیں میں جنت الفردوس سے بول رہا ہوں۔'' حمید نے بھنا کر کہا۔

''اب تم تارجام نہیں جا رہے......!''

''کسی نے اڑائی ہو گی...... میں تو سر کے بل جا رہا ہوں......!''

''سنجیدگی سے سنو...... اس نمبر کی ٹیکسی کل جو آدمی چلا رہا تھا اس وقت گرین روڈ کے اصفہانی ہوٹل میں بیٹھا چائے پی رہا ہے وہاں زیادہ بھیڑ نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ایک آدمی اور بھی ہے اگر تم شناخت کر سکو تو فوراً گرفتار کر لینا۔ ہتھکڑیاں ساتھ لیتے جاؤ!''

''اچھا جناب......!'' حمید نے ٹھنڈی سانس لی اور ریسیور رکھ کر سوٹ کیس کو زور کی لات رسید کی کہ وہ پھسلتا ہوا دروازے سے جا ٹکرایا......!

پھر وہ کمپاؤنڈ میں آیا۔ گیراج سے اپنی گاڑی نکالی اور گرین روڈ کی طرف روانہ ہو گیا۔

اصفہانی ہوٹل ایک تیسرے درجے کا چائے خانہ تھا۔ یہاں میزوں کی کثرت تھی۔ بارہ پیسے فی کپ والی چائے چلتی تھی۔ کاؤنٹر پر ایک فربہ اندام ایرانی بیٹھا گاہکوں سے پیسے وصول کرتا رہتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد حمید وہاں جا پہنچا۔ گاڑی فٹ پاتھ سے لگا دی یہیں سے وہ اندر بیٹھے

ہوئے تمام لوگوں کا جائزہ بہ آسانی لے سکتا تھا.....!

نظر ایک میز پر پڑی، بلاشبہ یہ وہی آدمی تھا لیکن فریدی کی فراہم کردہ اطلاع کے خلاف اس میز پر تنہا تھا۔ ہوسکتا تھا دوسرا آدمی کچھ دیر پہلے ہی اٹھ گیا ہو.....!

وہ گاڑی سے اتر کر تیر کی طرح اس کی طرف گیا اور اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔

اس نے اسے دیکھ کر اٹھنا چاہا لیکن حمید نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور آہستہ سے بولا۔ ''اگر یہاں اپنی بے عزتی گوارا ہو تو ہاتھ پیر ہلانے کی کوشش کرنا۔''

''کیا بات ہے؟'' اس نے آنکھیں نکالیں۔

''تم اچھی طرح جانتے ہو کہ کیا بات ہے اور مجھے بھی پہچان لیا ہوگا۔ میرا تعلق پولیس سے ہے۔''

''میں نے کیا کیا ہے؟''

حمید نے دوسرے ہاتھ سے ہتھکڑیوں کی جوڑی نکالی اور میز پر رکھ دی۔

''میں چل رہا ہوں.....'' وہ مردہ سی آواز میں بولا۔ ''میں چل رہا ہوں۔ لیکن بالکل بے قصور ہوں.....!''

''اگر ایسا ہی ہے تو تمہیں قطعی نہ ڈرنا چاہئے۔''

وہ اس کے ساتھ چلنے پر تیار تھا حمید نے ہتھکڑیوں کی جوڑی دوبارہ جیب میں رکھ لی۔

وہ اسے گاڑی میں بٹھا کر دفتر لے آیا۔ پارکنگ شیڈ میں فریدی کی لنکن کھڑی نظر آئی۔ اس کا یہی مطلب تھا کہ وہ اس وقت اپنے کمرے میں موجود ہے۔

حمید ٹیکسی ڈرائیور کو سیدھا وہیں لیتا چلا گیا۔

''ٹھیک ہے..... یہی آدمی ہے.....!'' حمید نے اس سے کہا۔

فریدی نے حمید کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ ڈرائیور کھڑا رہا۔ کچھ دیر بعد فریدی نے فائل سے نظر ہٹالی اور ڈرائیور کو گھورنے لگا۔

''حضور..... میں بے قصور ہوں.....!'' ٹیکسی ڈرائیور کانپتا ہوا بولا۔ ''وہ پستول مجھے اس عورت نے دیا تھا.....!''

''اسے کب سے جانتے ہو.....!''

''پرسوں رات سے حضور...... ان دونوں نے ٹیکسی تارجام ہی سے لی تھی۔ ایگل بیچ آئے تھے اور مجھے ٹھہرنے کو کہا تھا۔ کرایہ کے علاوہ سو روپے انعام دینے کو کہا۔ پچاس پیشگی دے دیئے تھے! پھر مرد وہیں رہ گیا تھا اور عورت نے تارجام واپس چلنے کو کہا تھا۔ کچھ دور چلنے کے بعد بولی ایک آدمی میرے پیچھے لگا ہوا ہے۔ اگر تم تھوڑی سی ہمت کرو تو اسے پکڑ کر لے چلیں۔ تارجام پہنچ کر پولیس کے حوالے کر دیں گے۔ اسی وقت اس نے مجھے پستول دے کر کہا تھا کہ میں اسے بہلا پھسلا کر اس گاڑی میں بٹھانے کی کوشش کروں گی اگر وہ راستے میں کوئی گڑبڑ کرے تو تم پستول نکال لینا۔ میری شامت آئی تھی کہ میں نے اس کی بات مان لی۔''

''پستول بھرا ہوا تھا......؟'' فریدی نے پوچھا۔

''میں کچھ نہیں جانتا حضور...... زندگی میں پہلی بار ہاتھ لگایا تھا پستول کو...... اور یہ ٹیکسی میرے چچا چلاتے ہیں۔ پرسوں رات ان کی طبیعت خراب ہوگئی تھی۔ اس لیے گاڑی میرے حوالے کی۔ اس گاڑی پر دو ڈرائیور ہیں...... ایک دن کا اور ایک رات کا...... میرے چچا رات کے ڈرائیور ہیں......!''

''ٹیکسی کے مالک نے ٹیکسی کی گمشدگی کی رپورٹ درج کرائی ہے۔''

''ضرور کرائی ہوگی سرکار...... صبح نو بجے تک ٹیکسی ان کے پاس واپس پہنچ جانی چاہیے تھی لیکن ان دونوں کم بختوں نے مجھے الجھائے رکھا۔ میرا چچا بھی پریشان ہوگا......!''

''اپنے چچا کا پتہ بتاؤ......!''

اس نے ایک پتہ حمید کو لکھوایا...... کچھ دیر بعد فریدی نے پھر سوالات شروع کیے!

''کیا ان دونوں کا پتہ تمہارے چچا نے بتایا تھا......!''

''جی نہیں...... میں گاڑی لے کر نکلا ہی تھا کہ وہ دونوں سڑک پر مل گئے! لیکن انھوں نے وہاں مجھے یہ نہیں بتایا تھا کہ کتنی دیر تک کے لیے ٹیکسی کر رہے ہیں ورنہ میں انکار کر دیتا۔ یہ تو ایگل بیچ پہنچ کر انھوں نے چکر چلایا تھا......!''

''ہوں......!'' فریدی نے حمید کی طرف دیکھ کر کہا۔ ''اسے محکمے کی حوالات میں دے دو۔''

''سرکار میں بے قصور ہوں...... رحم کیجئے۔'' وہ گڑگڑانے لگا۔ ''تب سے اب تک گھر نہیں گیا۔''

''جب تک تمہارے بیان کی تصدیق نہ ہو جائے تمہیں حوالات ہی میں رہنا پڑے گا۔ تمہارے گھر اطلاع پہنچا دی جائے گی......!''

حمید اسے حوالات میں دے کر پلٹا تو فریدی نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔خود کسی فائل کے مطالعے میں غرق تھا۔

''تو پھر اب چلا جاؤں تارجام......!'' حمید نے پوچھا۔

''ایک منٹ ٹھہرو......!'' فریدی فائل سے نظر ہٹائے بغیر بولا۔

حمید نے برا سا منھ بنایا اور دوسری طرف دیکھنے لگا۔ کچھ دیر بعد فائل بند کر کے اس کی طرف توجہ دی!

''مقصود نے فون پر ٹیکسی کی بازیابی کی اطلاع دی ہے۔ وہ ایک ویران جگہ کھڑی ملی تھی۔اس نے پوچھا ہے کہ ٹیکسی کا کیا کیا جائے!''

''تو آپ مجھ سے پوچھ رہے ہیں کہ ٹیکسی کا کیا جائے......'' حمید نے خوش ہو کر کہا۔

''غیر ضروری باتیں نہیں......!'' فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔''تم اب تارجام جا سکتے ہو۔گاڑی کی کتاب لیتے جاؤ!''

''اور وہ نقلی پستول!''

''بات نہ بڑھاؤ......جتنی جلد ممکن ہو سکے چلے جاؤ! تم پروفیسر کو بتا سکتے ہو کہ تم کون ہو۔ٹیکسی کے اصل ڈرائیور تک پہنچنا بھی ضروری ہے......!''

''بہت بہتر......اب میں پستول کے بارے میں نہیں پوچھوں گا!''

''وقت نہیں ہے......پھر بتاؤں گا تم جلدی کرو......!''

اس بار اس نے حمید کو اتنا موقع بھی نہیں دیا تھا کہ وہ گھر جا کر سوٹ کیس ساتھ لیتا۔

اس نے بھی لاپرواہی سے شانے جھٹکائے اور روانہ ہو گیا۔

تارجام پہنچ کر اس نے سب سے پہلے ٹیکسی ڈرائیور کے بتائے ہوئے پتے پر اس کے چچا سے ملنے کی کوشش کی تھی......!

اس کا بیٹا ملا اور اس نے اُسے بتایا کہ وہ پچھلے دو دنوں سے ٹیکسی سمیت غائب ہے۔

''میں پہلے ہی تھانے پر بیان دے چکا ہوں......!'' اس نے کہا

''تم نے جھوٹا بیان دیا ہے......!'' حمید سخت لہجے میں بولا۔

لڑکے کے چہرے کا رنگ اڑ گیا اور وہ بدقت ہکلایا۔''جی......وہ ٹیکسی لے کر...... گئے......اور وہ......واپس نہیں آئے......!''

''پھر جھوٹ......!''

''صص......صاحب......!''

''شریف تمہارا کون ہے؟''

''چچ......چچا کا لڑکا ہے......!'' لڑکے کی سانس پھولنے لگی تھی اور وہ بار بار ہونٹوں پر زبان پھیر رہا تھا۔

''شریف جیل میں ہے۔اب تم اپنے باپ کا پتہ بتاؤ......!''

دفعتاً وہ بھاگ کھڑا ہوا اور گھر میں گھس کر دروازہ بند کر لیا۔حمید دروازے کے قریب آ کر بلند آواز میں بولا۔''رحمت کو گھر سے باہر نکالو ورنہ تم سب جیل جاؤ گے۔شریف بیان دے چکا ہے......!''

پھر کچھ ہی دیر کی کوشش بارآور ہوئی تھی۔رحمت مکان ہی سے برآمد ہوا۔اس وقت بھی اسے بخار تھا۔اس نے اپنے بھتیجے شریف کے بیان کی تصدیق کرتے ہوئے کہا۔''اکثر ایسا ہوا ہے۔وہ گاڑی لے جاتا تھا اور وقت پر واپس لاتا تھا لیکن یہ بات کبھی شاہ صاحب پر نہیں ظاہر ہونے پائی......!''

''شریف کیسا آدمی ہے......!''

''کیا اس نے کوئی جرم کیا ہے حضور......!''

''اس کے پاس بغیر لائسنس کا پستول تھا......!''

''باپ رے......!'' رحمت اپنا منہ پیٹنے لگا۔پھر بولا۔''یقین نہیں آتا صاحب...... شریف بہت نیک آدمی ہے۔پتہ نہیں کس نے وہ پستول اس کے پاس رکھا ہو۔یہی ہو سکتا ہے صاحب......وہ خود ایسا نہیں ہے......روزے نماز کا پابند ہے......!''

''کیا اس نے روانہ ہونے سے قبل تمہیں بتایا تھا کہ اسے معقول انعام کے وعدے پر پورے وقت کے لیے انگیج کر لیا گیا ہے۔''

''نہیں صاحب ایسی کوئی بات نہیں تھی۔اس نے مجھے کچھ بھی نہیں بتایا۔''

''پورے وقت کے کرائے کے علاوہ مبلغ سو روپے......!''

''باپ رے......! سچ بتایئے کیا وہ کسی غلط کام کے سلسلے میں پکڑا گیا ہے......!''

''اس کے خلاف صرف یہی چارج ہے کہ اس کے پاس سے پستول برآمد ہوا ہے......!''

''میرے اللہ یہ کیا ہو گیا......!'' وہ روہانسا ہو کر بولا۔

''کیا تمہیں کبھی کوئی ایسا مسافر یہاں ملا ہے جس نے تمہارے پورے وقت کا سودا کیا ہو۔''

''دو ایک بار ایسا ہوا ہے صاحب......نہیں مجھے یاد ہے تین بار ایسا ہو چکا ہے۔ مجھے پچیس پچیس روپے بخشش کے ملے تھے......!''

''ایک ہی آدمی تھا تینوں بار......!''

''جی ہاں......وہ کوئی پادری صاحب ہیں! وہ اور ان کی لڑکی ہے شائد تینوں بار انھوں نے میرے پورے وقت کا سودا کیا تھا......!''

''وہ کہاں رہتا ہے؟''

''مشن روڈ پر جناب......گرجا گھر کے قریب ہی رہتے ہیں! بنگلہ نمبر تراسی ہرے رنگ سے رنگا ہوا ہے......گرین کاٹج نام ہے شاید......!''

حمید نے ولی جاہ اور عالیہ نریمان کے حلیے بیان کر کے تصدیق چاہی۔

''جی ہاں......وہ ایسے ہی ہیں......!''

حمید نے رحمت کو مشورہ دیا کہ اسے بدستور غائب ہی رہنا چاہئے شریف کو بھی جیل میں کوئی تکلیف نہ ہونے پائے گی اور خود وہ اس معاملے میں اپنی زبان بالکل بند رکھے۔ ٹیکسی براؤن شا کو پہنچا دی جائے گی!

اس کے بعد وہ وہاں سے سیدھا مشن روڈ پہنچا تھا۔گرین کاٹج تلاش کرنے میں بھی کوئی دقت نہ ہوئی۔برآمدے میں پہنچ کر اس نے کال بل کا بٹن دبایا۔لیکن کئی منٹ گزر جانے کے بعد بھی اندر سے کوئی جواب نہ ملا۔

اس نے دروازے کا ہینڈل گھما کر دھکا دیا۔دروازہ کھلتا چلا گیا......!

احتیاطاً اس نے بلند آواز میں نامعلوم صاحب خانہ کو پکارا......لیکن اس کے باوجود بھی

اندر سے کسی قسم کی آواز نہ آئی......!

اس نے ادھر ادھر دیکھا اور کاٹج میں داخل ہو گیا۔ تین کمروں کے اس مختصر سے گھر میں ہر قسم کا سامان تو موجود تھا لیکن کہیں کوئی آدمی نہ دکھائی دیا......!

نشست کے کمرے میں دیوار پر ولی جاہ کی بڑی سی تصویر نظر آئی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے بحالت مراقبہ اس کی یہ تصویر کھینچی گئی ہو......!

اس کمرے میں فون بھی موجود تھا اس نے اس پر انسپکٹر مقصود کے نمبر ڈائیل کیے!

دوسری طرف سے جواب دینے والا مقصود ہی تھا۔

''میں مشن روڈ کے بنگلہ نمبر تراسی سے بول رہا ہوں۔''

''تم کون ہو......؟''

''حمید......! یہاں تمہارا انتظار کر رہا ہوں!''

''کون حمید......؟''

''تمہارا باپ......کیپٹن حمید فرام سینٹرل انٹیلیجنس بیورو......!''

''وہاں تم......؟ کیا کر رہے ہو......!''

''تمہیں بلا رہا ہوں......!''

''یار مت بور کرو......موڈ ٹھیک نہیں ہے......!''

''گھر سے چلتے وقت چھوٹے بچے نے وردی پر پیشاب کر دیا ہوگا۔''

''میں آ رہا ہوں......!''

حمید نے سلسلہ منقطع کر دیا......!

مقصود نے وہاں پہنچنے میں دیر نہیں لگائی تھی۔ حمید اسے بیرونی برآمدے میں ملا تھا...!

''یہاں کیا کر رہے ہو!'' اس نے پوچھا۔

''اسی ٹیکسی کے سلسلے میں یہاں آیا تھا......!''

''اماں کمال کرتے ہو......ٹیکسی تو تھانے میں کھڑی ہے اور پروفیسر شاہد ہر دس منٹ بعد اس کی واگزاری کے لیے فون کر رہا ہے۔ کتاب لائے ہو......!''

''کتاب موجود ہے......اندر چلو......!''

''آخر چکر کیا ہے......!''

حمید اسے اسی کمرے میں لایا جہاں ولی جاہ کی تصویر تھی!

''اس آدمی کو کبھی دیکھا ہے......!'' اس نے تصویر کی طرف اشارہ کیا۔

''تارجام میں رہنے والے ہر آدمی کو پہچاننا تو ضروری نہیں ہے میرے لیے!''

''مرچیں چبا رکھی ہیں کیا......؟''

''موڈ ٹھیک نہیں ہے......خدا کی قسم تم بہت اچھے ہو!''

''بہت دیر میں اطلاع ملی۔''

''نہیں سچ کہہ رہا ہوں۔ اس زمانے میں شادی کرنے سے بہتر ہے کہ آدمی کسی اندھے کنوئیں میں چھلانگ لگا دے......!''

''دیکھو فی الحال اس آدمی کو تلاش کرنے کے سلسلے میں میری مدد کرو۔ اس کے بعد میں تمہیں بیوی بچوں سمیت کسی اندھے کنوئیں میں دھکیل دوں گا!''

''کچھ اتا پتا بتلاؤ......!''

''ولی جاہ نام ہے...... ہپناٹسٹ ہے...... ہپناٹزم کے ذریعے لوگوں کے مسائل حل کرتا ہے۔ پروفیشنل ہے......اس کی ایک سیکریٹری بھی ہے عالیہ نریمان......!''

''اس کی تصویر دکھاؤ......!''

''اس کی تصویر ابھی تک نہیں مل سکی......!''

''مجھ سے اڑتے ہو......!'' مقصود بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا۔

''فضول باتیں نہ کرو......!''

''بھلا جناب کو ہپناٹسٹ سے کیا سروکار......نہ ہپناٹسٹ ہونا غیر قانونی ہے اور نہ عالیہ نریمان نام کی کوئی سیکریٹری رکھنا......!''

حمید نے خاموشی سے اس کا یہ ریمارک سنا تھا اور عمارت کی تلاشی لینے میں مصروف ہو گیا تھا۔

دفعتاً اس نے مقصود کی آواز سنی! وہ اسے دوسرے کمرے میں چھوڑ آیا تھا۔ مقصود کسی سے اونچی آواز میں گفتگو کر رہا تھا۔ حمید کمرے کی طرف جھپٹا۔

لیکن کمرے میں مقصود تنہا نظر آیا اور حمید کے استفسار پر اس نے بتایا کہ وہ تو خاموشی سے الماری کی کتابیں الٹ پلٹ رہا تھا نہ اس نے کسی سے گفتگو کی اور نہ وہاں اس کے علاوہ اور کوئی تھا......!

''لیکن میں نے تو تمہاری آواز سنی تھی......!'' حمید بولا۔

''تمہارے کان بجے ہوں گے......!''

''اچھا ہٹ جاؤ......اس الماری کے پاس سے!'' حمید نے کہا اور آگے بڑھ کر الماری کا جائزہ لینے لگا..... کچھ کتابیں نکالیں۔ اسے ایسا محسوس ہوا جیسے الماری کا تختہ ہلا ہو۔ ساتھ ہی برابر والے کمرے سے دو آدمیوں کے بولنے کی آوازیں آئیں۔ مقصود اُدھر بڑھا.... دروازہ کھول کر دوسرے کمرے میں جھانکا اور پھر حمید کی طرف مڑ کر نفی میں سر ہلا دیا۔

''کوئی نہیں ہے......!'' حمید نے پوچھا۔

''کوئی بھی نہیں......؟''

اس نے پھر الماری کے تختے پر دباؤ ڈالا اور آوازیں پھر سنائی دیں اس بار مقصود اچھل کر بولا۔ ''دیوار کے اندر لاؤڈ اسپیکر معلوم ہوتا ہے......''

حمید نے طویل سانس لی اور اس خانے کی ساری کتابیں فرش پر گرا دیں......!

تباہی

کرنل فریدی آفس سے اٹھ ہی رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے ریسیور اٹھا لیا۔

''ہیلو......کون...... ہاں ہاں...... اوہ مقصود...... کیا بات ہے۔ ہوں ہاں...... میں نے اس سے کہہ دیا تھا کہ مقصود سے مدد لینا......ہوں......اچھا......ہوں......!'' وہ کچھ دیر تک دوسری طرف سے بولنے والے کی بات سنتا رہا۔ پھر پیشانی پر شکنیں ڈال کر پوچھا......

''الماری کے تختے پر دباؤ پڑنے سے!''

''جی ہاں......!'' دوسری طرف سے آواز آئی۔ ''پھر حمید نے اس تختے کی ساری

کتابیں فرش پر ڈال دیں اور الماری کو اس کی جگہ سے ہٹا کر شاید یہ دیکھنے کی کوشش کرنے لگے کہ اس کا سلسلہ کہاں سے ہے۔ میں دروازے میں اس طرح کھڑا تھا کہ دونوں کمروں میں نظر رکھ سکوں۔ دفعتاً الماری کے قریب ایک زور دار دھماکہ ہوا اور میں بوکھلا کر دوسرے کمرے میں بھاگا۔ میرا ہٹنا ہی تھا کہ الماری والے کمرے کی چھت نیچے آ رہی۔ میں بدحواسی میں عمارت ہی سے باہر نکل گیا اور سڑک پر پہنچ کر میں نے دو دھماکے سنے......!''

''حمید کہاں ہے......؟'' فریدی ماؤتھ پیس میں چیخا۔''جج...... جی...... پوری عمارت ڈھیر ہوگئی ہے۔ میں نے انھیں باہر نکلتے نہیں دیکھا تھا......!''

فریدی نے ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا اور دروازے کی طرف جھپٹا۔

وہ پارکنگ شیڈ کی طرف دوڑ رہا تھا۔ اپنی گاڑی کی طرف جانے کی بجائے وہ اس حصے میں آیا جہاں سائرن والی پٹرول کاریں کھڑی تھیں......!

ان میں سے ایک کی کنجی واچ مین سے طلب کی۔ فیول کی پوزیشن دیکھی اور تارجام کے لیے روانہ ہوگیا۔ سائرن کا سوئچ آن کر دیا تھا اور گاڑی طوفانی رفتار سے شہر کی سڑکیں طے کرتی ہوئی ویرانے میں نکل آئی تھی۔ سائرن والی کار کا انتخاب اس لیے کیا تھا کہ ٹریفک اس کی رفتار میں خلل انداز نہ ہو سکے......!

اور شاید زندگی میں یہ پہلا موقع تھا کہ وہ اس طرح بدحواسی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔

اس نے تو جلدی میں مقصود سے اس عمارت کا پتہ تک نہیں معلوم کیا تھا جو اس کے بیان کے مطابق ڈھیر ہوگئی تھی......!

آندھی اور طوفان کی طرح تارجام پہنچا اور تھانے کا ایک سپاہی اسے موقع واردات تک لے گیا۔

مقصود نے اس سے پہلے ہی ملبہ ہٹانے کیلئے درجنوں آدمی کام پر لگا دیئے تھے......!

اس نے فریدی کو دیکھتے ہی شاید اسے کچھ اور بتانے کا ارادہ کیا تھا لیکن فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔''مجھے صرف وہ جگہ بتاؤ جہاں دھماکہ ہوا تھا......'' مقصود نے بے بسی سے ملبے کے ڈھیر کی طرف دیکھا۔ ایسی صورت میں نشاندہی مشکل تھی......!

''آدمی کم ہیں......اور آدمیوں کو لگاؤ......!'' فریدی نے کہا اور خود بھی مزدوروں میں

شامل ہو گیا۔ مقصود جو محض کام کی نگرانی کر رہا تھا اُسے بھی اس کا ساتھ دینا پڑا تھا......!

پھر کچھ دیر بعد وہ اندازہ کر سکا تھا کہ دھماکہ کس جگہ ہوا تھا اس نے یادداشت کے سہارے نشاندہی کی اور فریدی اسی جگہ کی صفائی پر زیادہ زور دینے کو کہتا ہوا ملبے کے ڈھیر پر سے اتر آیا۔ اس نے مقصود کو بھی اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا تھا۔

''تو......تم نے ولی جاہ کی تصویر دیکھی تھی......'' فریدی نے اس سے پوچھا۔

''جی ہاں......! لیکن میں نے اسے گوشت و پوست میں کبھی نہیں دیکھا۔''

وہاں بہت زیادہ بھیڑ ہو گئی اور شور کی وجہ سے کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی تھی۔ اس لیے وہ بہت زیادہ اونچی آواز میں گفتگو کر رہے تھے۔

دفعتاً ایک آدمی نے مقصود کے کاندھے پر زور سے ہاتھ مارا اور جھلا کر اس کی طرف مڑا۔

''اوہ...... پروفیسر شا......!'' مقصود کا لہجہ ناخوشگوار تھا۔

''جب میری ٹیکسی مل گئی ہے تو واپس کیوں نہیں کی گئی!'' وہ تلخی سے بولا۔

''آپ دیکھ رہے ہیں یہاں یہ حادثہ ہو گیا ہے......!''

''میں تمہیں تمہارا فرض یاد دلا رہا ہوں۔ حادثات ہوتے ہی رہتے ہیں دنیا کے کام تو نہیں رک جاتے ان کی وجہ سے......!''

''آپ براہِ کرم اس وقت تشریف لے جایئے۔ بعض کارروائیوں کے بغیر ٹیکسی واپس نہیں کی جائے گی......!''

''اچھی بات ہے...... میں دیکھوں گا......!'' پروفیسر نے غصیلے لہجے میں کہا اور وہاں سے ہٹ کر بھیڑ میں غائب ہو گیا۔

دفعتاً ملبے پر کام کرنے والے مزدور چیخنے لگے......!

''کیا بات ہے؟'' فریدی چونک کر ان کی طرف متوجہ ہو گیا۔

پھر وہ دونوں اُسی طرف بڑھتے چلے گئے......!

یہ ایک کنوئیں کی سی گہرائی رکھنے والا غار تھا۔ اور اسی غار کے گرد کھڑے مزدور چیخے جا رہے تھے......!

''وہ گر گیا......وہ گر گیا......کوئی ادھر نہ آئے!''

یہ غار ملبے کا ڈھیر اس جگہ سے ہٹنے پر نمودار ہوا تھا جہاں کی نشاندہی مقصود نے کی تھی!

''کون گر گیا......!'' فریدی نے بلند آواز میں پوچھا۔

جواب میں انھوں نے اپنے ساتھیوں میں سے کسی کا نام لیا۔

''خدا کی پناہ......!'' مقصود کانپتی ہوئی آواز میں بولا۔ ''یہ اسی کمرے کا فرش ہے جہاں دھماکا ہوا تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ فرش کے ٹائیلز کا ڈیزائین یہی تھا......!''

''لیکن یہ غار کسی دھماکے کا نتیجہ ہرگز نہیں ہو سکتا......!'' فریدی نے غار میں جھانکتے ہوئے کہا۔ ''یہ کنواں ہے، بہت ہی سلیقے سے بنایا ہوا۔ کیا تم گہرائی میں چاروں طرف پلاسٹر نہیں دیکھ رہے!''

''میرا سر چکرا رہا ہے جناب! کچھ سمجھ میں نہیں آتا......'' مقصود بڑبڑایا۔

دھماکے کے ساتھ ہی اسے محسوس ہوا تھا جیسے وہ زمین میں دھنسنے لگا ہو، پھر یاد نہیں کہ کیا ہوا تھا......!

دوبارہ ہوش آنے پر گھٹن کا احساس ہوا۔ چاروں طرف تاریکی پھیلی ہوئی تھی......!

کچھ دیر تک آنکھیں بند کیے پڑا رہا۔ پھر اندھیرے میں ادھر اُدھر ٹٹولنے لگا......!

اس نے سوچا پتہ نہیں کہاں پڑا ہے۔ پھر دفعتاً اسے وہ دھماکا یاد آیا اور وہ بوکھلا کر اٹھ بیٹھا......!تو کیا ملبے کے نیچے دبا پڑا ہے۔ اس خیال کے تحت وہ مشینی طور پر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ چاروں طرف ہاتھ نچائے لیکن وہ خلاء میں ہی جھولتے رہے۔ کسی چیز سے ٹکرائے نہیں......!

آخر وہ کہاں ہے...... مقصود...... مقصود بھی تو ساتھ تھا۔ وہ مقصود کو آوازیں دینے لگا لیکن اپنی آواز کی گونج کے علاوہ اور کچھ نہ سن سکا......!

لیکن تھوڑی ہی دیر بعد کسی جگہ سے ایک نسوانی آواز ابھری!

''کیوں شور مچا رہے ہو......؟''

''بھوکا ہوں......!'' حمید جھلا کر بولا۔ ''تم کہاں سے بول رہی ہو۔''

''مجھے نہیں معلوم......!'' جواب ملا۔

''تمہاری آواز تو اب چاروں طرف سے آتی محسوس ہو رہی ہے!''

''خاموش رہو۔ مجھے شور پسند نہیں ہے!''

''لیکن تمہاری آواز تو کچھ جانی پہچانی سی لگ رہی ہے!''

''میں عالیہ نریمان ہوں اور تم خواب دیکھ رہے ہو......!''

''کاش تم بھی میرے اس خواب میں شامل ہوتیں!''

''صرف میری آواز شامل ہے!''

''ایک لطیفہ سنو گی......!''

''اس سے پہلے تم یہ بتاؤ کہ وہ پستول کہاں ہے جو تم نے ٹیکسی ڈرائیور کی جیب سے نکالا تھا۔''

''پستول؟ کہیں تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔ وہ پستول تھا۔''

''پھر کیا تھا؟''

''مجھے حیرت ہے کہ ٹیکسی ڈرائیور بھاگا کیوں تھا۔ جبکہ پستول نقلی تھا۔''

''ہاں نقلی ہی تھا۔ لیکن وہ ہے کہاں؟''

''میں نے اسی سے اُس پر فائر کرنا چاہا تھا۔ جب فائر نہ ہوا تو جھلا کر بغور اس کا جائزہ لیا۔ میں کہہ نہیں سکتا کہ کتنا تاؤ آیا تھا اس پر۔ پستول ہی پھیک مارا تھا اس جگہ جہاں وہ جھاڑیوں میں غائب ہوا تھا......!''

''پھیک دیا تھا......!''

''اور نہیں تو کیا گلے میں لٹکائے پھرتا......!''

''تم حقیقتاً کون ہو؟'' عالیہ نریمان کی آواز آئی۔

''پہلے تم بتاؤ کہ تم کہاں ہو اور میں تم تک کس طرح پہنچ سکوں گا کیونکہ یہ ساری

مصیبتیں تمہارے ہی لیئے برداشت کر رہا ہوں......!''

''میرا خیال ہے کہ دو چار دن اور برداشت کرو گے اور اس کے بعد تمہیں اس کشاکش سے نجات مل جائے گی......!''

''کیا مطلب؟''

''تمہارا جسم روح سے خالی ہو جائے گا......!''

''خواب میں......!''

''کیپٹن حمید......! اگر وہ پستول واپس نہ ملا تو تم یہیں ایڑیاں رگڑ کر مر جاؤ گے....!''

''بڑی خوشی ہوئی کہ تم مجھے جانتی ہو!''

''ہمیں پستول واپس چاہیئے اور ہم کچھ نہیں چاہتے!''

''جب وہ تمہاری نظروں میں اتنا ہی قیمتی تھا تو تم نے اسے ٹیکسی ڈرائیور کے حوالے کیوں کر دیا......!''

''میں تمہیں کوئی لفنگا سمجھی تھی۔ میں نے سوچا شاید تم کسی بے ہودگی پر اتر آؤ......!''

''کیا وہ ٹیکسی ڈرائیور زیادہ قابل اعتماد معلوم ہوا تھا......''

''غیر ضروری باتوں سے کیا فائدہ!''

''پھر تمہیں میری اصلیت کیسے معلوم ہوئی!''

''جب تم نے اس انسپکٹر کو ہمارے مکان میں طلب کیا......!''

''کیا تم لوگ وہاں اس وقت موجود تھے!''

''یقیناً تھے......لیکن کمروں کے فرش کے نیچے......!''

''آخر تم لوگ کیا کرتے پھر رہے ہو!''

جواب میں عالیہ نریمان کا قہقہہ سنائی دیا اور وہ بولی۔ ''کیا تم اس سے مطمئن ہو کہ ولی جاہ ایک پیشہ ور ہپناٹسٹ ہے!''

''میں قطعی مطمئن ہوں......لیکن تم......تمہارا جغرافیہ سمجھ میں نہیں آتا......!''

''میں اس کی سیکریٹری ہوں!''

''ایک ہپناٹسٹ کو اس کی کیا ضرورت ہے کہ وہ مکانات کے نیچے تہہ خانے بنواتا

پھرے......اور پھر وہ دھما کا کیسا تھا!''

''دھما کا نہیں......دھماکے کہو......تین دھماکے ہوئے تھے اور عمارت ڈھیر ہوگئی تھی!''

''مقصود کہاں ہے۔ مطلب کہ وہ انسپکٹر......!''

''خوش قسمت تھا بچ نکلا......!''

''اور میں خواب دیکھ رہا ہوں!''

''بچوں کی سی باتیں نہ کرو......تم بہت بڑے خطرے میں گھرے ہوئے ہو......!''

''فی الحال میں بھوکا ہوں۔ کیا کھانے کو کچھ مل سکے گا۔''

''بھوکے مرنے ہی کے لیے یہاں لا ڈالے گئے ہو......'' عالیہ نے کہہ کر قہقہہ لگایا۔

حمید جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔ اتنا گہرا اندھیرا تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ نہیں سجھائی دیتا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ جگہ کیسی ہے! پہلے گھٹن کا احساس ہوا تھا اب وہ کیفیت بھی باقی نہیں رہی تھی......! کچھ دیر بعد اس نے پھر عالیہ کو آواز دی لیکن جواب نہیں ملا......!

فریدی رسی کے سہارے کنوئیں میں اتر رہا تھا۔ کسی اور کو نہیں اترنے دیا تھا۔ حالانکہ دو کانسٹیبلوں نے اس کے لیے اس سے اجازت مانگی تھی۔

بعد میں مزدوروں نے اسے بتایا تھا کہ لوہے کی ایک تڑی مڑی چادر کے نیچے سے یہ کنواں برآمد ہوا تھا......!

اوپر سے اس کی تہہ صاف نہیں دکھائی دی تھی۔ اس لیے اندازہ کرنا دشوار تھا کہ وہ کوئی خشک کنواں ہے یا اس میں پانی بھی موجود ہے......!

پھر وہ تہہ تک بھی جا پہنچا۔ نیچے پہنچ کر اس نے ٹارچ روشن کی اور حیرت سے چاروں

طرف دیکھنے لگا۔ اوپر کے ملبے کا تھوڑا سا حصہ بھی تہہ تک نہیں پہنچ سکا تھا اور وہ ایک مسطح شفاف جگہ پر کھڑا تھا اور یہ سطح بھی کسی دھات ہی کی تھی۔ مزید یقین کرنے کے لیے اس نے زور سے اپنا پیر فرش پر مارا......اس کنوئیں کا مقصد......؟

وہ سوچ میں پڑ گیا...... یہاں بڑی گرمی تھی۔ لباس پسینے سے بھیگ گیا تھا۔ وہ چاروں طرف نیچے اوپر ٹارچ کی روشنی ڈالنے لگا۔ یہ سوال مسلسل اس کے ذہن پر ہتھوڑے چلائے جا رہا تھا کہ حمید کہاں گیا! اوپر کے ملبے میں تو اس کا سراغ نہیں ملا تھا۔

گھٹن اور گرمی کا احساس بڑھتا گیا۔ لیکن وہ یہاں کسی کنوئیں کی موجودگی کا مقصد معلوم کیے بغیر واپس نہیں جا سکتا تھا، فریدی ہی تھا......اور پھر معاملہ تھا حمید کی گمشدگی کا....!

ٹارچ کی روشنی چاروں طرف آڑی ترچھی لکیریں بناتی رہی! دفعتاً ایک جگہ سے اسے چند ابھری ہوئی چھوٹی چھوٹی لکیریں نظر آئیں......! ان کی اونچائی اتنی زیادہ نہیں تھی کہ ہاتھ نہ پہنچ سکتا۔ وہ پنجوں کے بل اٹھ کر انھیں قریب سے دیکھنے کی کوشش کرنے لگا......!

وہ تین لکیریں تھیں، ایک سرخ رنگ کی تھی دوسری زرد رنگ اور تیسری سبز رنگ کی....!

سرخ رنگ کی لکیر کے قریب انگلی لیجاتے لیجاتے رک گیا۔ اس کا ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا۔ انگلی سبز رنگ کی لکیر کی طرف ہٹ آئی اور جیسے اس سے مس ہوئی۔ ایک عجیب سی جھنکار اس کمرے میں گونجی...... بائیں طرف ایک مستطیل خلاء نمودار ہوئی۔ مستطیل اپنے لمبائی اور چوڑائی کے اعتبار سے اتنا تھا کہ ایک قد آور آدمی بہ آسانی اس سے گزر سکتا تھا۔

فریدی نے ٹارچ کی روشنی اس مستطیل خلاء میں ڈالی جو دُور تک پھیلتی ہوئی بالآخر اندھیرے میں گم ہو گئی......!

تو یہ ایک سرنگ تھی......!

اس نے بے خوف وخطر سرنگ کے دہانے میں قدم رکھ دیا......!

یہ حمید کا معاملہ تھا......اس کی زندگی اور موت کا سوال تھا......! لہٰذا اس وقت وہ زیرک فریدی اور دانشمند فریدی نہیں رہا تھا جہنم میں بھی چھلانگ لگا دیتا اس کے لیے۔ اس وقت اسے اپنی زندگی کی پرواہ نہیں رہی تھی......! صرف ایک خیال ذہن پر مسلّط تھا کسی طرح حمید تک جا پہنچے......!

وہ بڑی تیز رفتاری سے سرنگ طے کر رہا تھا......! یہاں اس کنوئیں سے زیادہ گھٹن اور گرمی تھی۔ گھٹن میں تیز رفتاری پھیپھڑوں کا کیا حال کرتی ہے اس کا وہی اندازہ کر سکتے ہی جنھیں کبھی ایسے حالات سے دوچار ہونے کا اتفاق ہوا ہو......!

اچانک سرنگ بائیں جانب مڑی اور چند قدم کے بعد راستہ مسدود ہو گیا۔

ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے سرنگ کا دوسرا دہانہ بڑے بڑے پتھروں سے پاٹ دیا گیا ہو..!

وہ پھر سوچ میں پڑ گیا۔ آخر وہ مزدور کہاں گیا جو کچھ ہی دیر پہلے کنوئیں میں گرا تھا...... لہٰذا پتھروں کا یہ بھراؤ بھی دھوکا ہی ہو سکتا ہے کوئی اور راستہ......کوئی اور راستہ...... وہ پھر پلٹا......دائیں بائیں روشنی ڈالتا ہوا وہ تیزی سے چل رہا تھا......!

ایک جگہ اسے رک جانا پڑا......زمین کچھ غیر مسطح سی تھی۔ جھک کر دیکھا ایسا لگتا تھا جیسے کسی نے جوتے کی نوک سے ٹھوکر مار مار کر مٹی ہٹائی ہو!

اس نے بھی جوتے کی نوک ہی سے آس پاس کی مٹی کریدنی شروع کی۔ دفعتاً کوئی سخت سی چیز جوتے کی نوک سے ٹکرائی......ساتھ ہی اوپر سے ایسی آواز آئی جیسے کوئی وزنی شے کسی دوسری چیز سے رگڑ کھاتی ہوئی ایک طرف سے دوسری طرف نکل گئی ہو......!

فریدی پھرتی سے پیچھے ہٹا اور اس نے ٹارچ بھی بجھا دی.....!

اوپر تاروں بھرا آسمان نظر آ رہا تھا.....ٹھنڈی ہوا کا ایک جھونکا اس کے جسم سے ٹکرایا۔

نکاسی کا راستہ......اس نے سوچا، اور بڑی احتیاط سے آگے بڑھنے لگا......!

کچھ دیر تک وہ عالیہ نریمان کو آوازیں دیتا رہا تھا۔ پھر تھک کر بیٹھ گیا تھا۔ اندھیرا...... گہرا اندھیرا...... پورا جسم بری طرح دکھ رہا تھا اور بھوک کے مارے پیٹ میں بھی اینٹھن سی ہونے لگی تھی......!

پھر پتہ نہیں کب اسی عالم میں اس پر دوبارہ غفلت طاری ہوگئی......!

پھر دوبارہ کسی نے اسے جھنجھوڑ کر ہی جگایا تھا......وہ اچھل کر کھڑا ہوگیا......!

دو ٹارچیں روشن نظر آئیں......لیکن دونوں آدمیوں کے چہرے تاریکی میں تھے......!

''کیا بات ہے؟'' حمید نے گرج کر پوچھا۔ ''کیوں میری نیند خراب کی......!''

''ہمارے ساتھ چلو......!'' ایک آواز آئی۔

''تمہاری آواز بھدّی ہے۔'' حمید نے خشمگیں لہجے میں کہا۔ ''تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا......کوئی سریلی آواز لاؤ۔''

''کیا تم پاگل پن کا ڈھونگ رچاؤ گے......؟''

''شٹ اپ......بدتمیزی نہیں......!''

''تم اسے دھکے دیتے ہوئے لے چلو!'' دوسری آواز آئی۔ ''میں روشنی دکھاؤں گا...''

''اچھی بات ہے۔ تو یہ بھی کر کے دیکھ لو......!'' حمید کڑک کر بولا۔

پھر جیسے ہی ایک ٹارچ بجھی حمید تڑ سے بولا۔ ''برا مان گئے...... میں تو مذاق کر رہا تھا......چلو کہاں چلتے ہو......!''

کوئی سخت سی چیز بائیں پہلو میں چبھی جو ریوالور کی نال کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوسکتی تھی۔

وہ ان کے ساتھ چل پڑا۔ آگے چلنے والا ٹارچ روشن کیے ہوئے تھا۔ حمید کو اب اندازہ ہوسکا کہ وہ کسی غار میں چل رہا ہے......!

جلد ہی وہ کھلے میں نکل آئے اور صبح کی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے حمید کا چہرہ سہلاتے ہوئے گزرنے لگے۔

اس وقت وہ ایک چھوٹے سے جزیرے میں کھڑا تھا۔ ایسے لگتا تھا جیسے کچھ دن پہلے اسے زلزلے نے تباہ کر دیا ہو! جگہ جگہ ٹوٹی پھوٹی چٹانوں کے ڈھیر نظر آ رہے تھے اور انھیں کے درمیان غاروں کے دہانے دکھائی دیئے......!

اور پھر چاروں طرف حد نظر تک پانی ہی پانی......!

وہ ان دونوں کی طرف مڑا۔ یہ موٹے ہونٹ اور چھوٹی ناک والے سیاہ فام لوگ تھے۔

انھوں نے غار میں اس سے انگریزی میں گفتگو کی تھی اور لہجے کے اعتبار سے وہ اسے

غیر ملکی ہی معلوم ہوئے تھے......!

''میں کہاں ہوں......'' اس نے دفعتاً ان سے سوال کیا۔

''تم جہاں کہیں بھی ہو مرتے دم تک وہیں رہو گے۔ یہاں سے نکل نہیں سکتے...... یہ پانی لامحدود گہرائیوں تک ہے......!''

''کیا تم مجھے یہی دکھانے لائے ہو......!''

''یقیناً......تاکہ تم معاملے کی اہمیت کو سمجھ سکو......!''

''اس وقت میرے لیے ناشتے سے زیادہ اور کوئی چیز اہم نہیں!''

''بس چلتے رہو......!'' ریوالور والے نے اسے آگے بڑھنے کا اشارہ کیا......!

وہ ڈھلان میں اترتے چلے گئے۔ حمید کو احساس تھا کہ وہ دونوں مسلح ہیں اور احساس نہ ہوتا تب بھی وہ یہاں سے نکل جانے کے امکانات کا جائزہ لیے بغیر کوئی حرکت نہ کرتا اور پھر اسے تو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ وہ ہے کہاں......!

پانی کے قریب پہنچ کر وہ رک گئے۔ حمید خاموش تھا۔ کئی منٹ تک وہ یونہی کھڑے رہے۔ پھر ان میں سے ایک بولا۔ ''مچھلیاں پکڑو اور کھاؤ اسکے علاوہ یہاں اور کچھ نہیں ہوتا۔''

''تم لوگ بھی مچھلیاں ہی کھاتے ہو!''

''ہم ایسی غذائیں کھاتے ہیں جو ہمیں کڑی محنت کے لیے تیار کر سکیں!'' دوسرا بولا اور اپنے تھیلے سے انڈے کا سینڈوچ نکال کر کھانے لگا۔ دوسرا بھی ایک پتھر سے ٹک کر اپنا تھیلا ٹٹولنے لگا تھا۔ اس نے کاغذ میں لپٹا ہوا ایک اسٹیک نکالا اور کھانے لگا......!

اوہ......تو یہ بات ہے......حمید نے سوچا۔ مجھے اس طرح پریشان کر کے اس پستول کے بارے میں معلومات حاصل کی جائیں گی......!

انھیں کھاتے دیکھ کر اس کے خالی معدے کی اینٹھن میں اضافہ ہو گیا۔ لیکن وہ خاموش کھڑا رہا۔

کچھ دیر بعد انھوں نے تھرموس سے کافی انڈیلی اور کچھ ایسے انداز میں پینے لگے جیسے حمید کو چڑا رہے ہوں......!

وہ بیزاری سے دوبارہ اسی طرف مڑ گیا جدھر سے وہ آئے تھے۔ وہ اس پر معترض نہ

ہوئے......حمید پھر اس جگہ آ پہنچا جہاں سے چلا تھا......!

اس نے مڑ کر دیکھا......وہ دونوں سیاہ فام آدمی اس کے پیچھے نہیں آئے تھے......!

وہ آگے بڑھتا چلا گیا۔ جیسے ہی وہ پتھروں کے ڈھیر کے قریب سے بائیں جانب مڑا ہوا کا ایک مہکتا ہوا جھونکا اس کے ذہن کو جھنجھوڑ گیا ایسا محسوس ہوا جیسے کہیں قریب ہی گوشت تلا جا رہا ہو......!

اس کے قدم ہوا کے رخ پر تیزی سے اٹھنے لگے اور بالآخر وہ اس جگہ جا پہنچا جہاں گوشت کے پارچے تلے جا رہے تھے......!

اس نے عالیہ نریمان کو دیکھا۔ وہ کینوا س کے ایک فولڈنگ اسٹول پر بیٹھی فرائنگ پین میں پارچے الٹ پلٹ رہی تھی......اور اس کے قریب ہی ایک مسلح سیاہ فام آدمی براجمان تھا۔ حمید خاموشی سے کھڑا انھیں دیکھتا رہا......!

عالیہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھی۔ بڑے انہماک سے فرائنگ پین میں سرخ ہوئے پارچوں کو دیکھ رہی تھی......!

سیاہ فام آدمی نے حمید کی آہٹ پر سر اٹھا کر اس طرف دیکھا تھا اور پھر وہ بھی فرائنگ پین ہی کی طرف متوجہ ہو گیا تھا......!

جب پارچے سرخ ہو گئے تو عالیہ نے فرائنگ پین اسٹوو پر سے اٹھا لیا اور سارے پارچے پانی میں پھینک آئی......!

''کیا تم پاگل ہو گئی ہو......؟'' حمید نے اونچی آواز میں کہا۔

''نہیں......!'' اس نے لاپرواہی سے جواب دیا۔''ادھر کی مچھلیاں کچا گوشت نہیں کھاتیں۔''

''خوب......!'' حمید نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے اُسے گھورتا رہا۔

عالیہ نے فرائنگ پھر اسٹوو پر رکھ کر اس میں مکھن ڈالا۔''چھن چھن'' کی خوش آہنگی نے ایک بار پھر حمید کے کان سہلائے۔ پارچوں کی دوسری کھیپ فرائنگ پین میں پہنچ گئی تھی۔

حمید آہستہ آہستہ اسٹوو کی طرف بڑھنے لگا......!

''اگر تم نے مداخلت کی تو یہ کالا آدمی تمہیں گولی مار دے گا۔'' عالیہ نریمان نے فرائنگ پین پر نظر جمائے ہوئے کہا۔

''مداخلت......کیسی مداخلت......؟'' حمید کے لہجے میں حیرت تھی۔ ''میں تو تمہارا ہاتھ بٹانا چاہتا ہوں۔ ہمارے یہاں تو مچھلیوں کو دل کھلائے جاتے ہیں۔ میرے دادا کے تالاب میں ایسی مچھلیاں تھیں جو صرف اناناس کا مربہ کھاتی تھیں...... اور میرے ذاتی تالاب کی مچھلیوں کا کیا پوچھنا جب تک کوئی حسین چہرہ نہیں دیکھ لیتیں ناشتہ ہی نہیں کرتیں......!''

''میں کہتی ہوں قریب نہ آنا......وہ گونگا اور بہرہ ہے......!''

حمید نے مڑ کر سیاہ فام آدمی کی طرف دیکھا! اس نے ریوالور نکال لیا تھا اور اسے خونخوار نظروں سے گھورے جا رہا تھا۔

ایک آدمی سے نپٹ لینا اس کے لیے مشکل نہیں تھا۔ لیکن اس کے بعد وہ اسے گھیر کر کسی خارش زدہ گیدڑ کی طرح مار لیتے۔ وہ نکل کر جاتا کس طرف!

لہٰذا دوسرا قدم نہ اٹھ سکا۔ ٹھنڈی سانس لے کر اسی جگہ بیٹھ گیا۔ عالیہ بدستور فرائینگ پین کی طرف متوجہ رہی......!

''میرا خالی پیٹ تمباکو پینا تمہیں ناگوار تو نہیں گزرے گا۔'' اس نے کچھ دیر بعد عالیہ سے پوچھا۔

وہ اس کی طرف دیکھ کر مسکرائی اور بولی۔ ''خود تمہارے لیے نقصان دہ نہ ہو تو ضرور پیو۔''

''ہوسکتا ہے نقصان ہی پہنچائے لہٰذا ارادہ ملتوی کرتا ہوں!''

عالیہ پھر اٹھی اور اس بار کے تلے ہوئے پارچے بھی پانی میں پھینک آئی۔

''کتنے ہزار ٹن پارچے روزانہ تل ڈالتی ہوگی......!'' حمید نے اس سے پوچھا۔

''کبھی تول کر نہیں تلنے بیٹھی......!''

''میں مسٹر ولی جاہ سے ملنا چاہتا ہوں......!''

''کیوں......؟''

''میں ناشتے کا خواب دیکھنا چاہتا ہوں!'' حمید شرما کر بولا۔

''پستول کی واپسی کے بغیر ناممکن ہے......!'' عالیہ نے خشک لہجے میں کہا۔

''مجھے وہاں لے چلو...... جہاں پھینکا تھا۔ تلاش کر دوں گا......!''

''تم جھوٹے ہو......!''

''یقین کرو تلاش کر دوں گا......!''

''بکواس ہے۔ پستول کرنل فریدی کے پاس پہنچ چکا ہے!''

''تب تو انھیں پکڑوا ہی بلواؤ ورنہ......!''

''پستول تم نے ہی اس کے حوالے کیا تھا......!''

''مسٹر ویجاہ تو ہپناٹسٹ ہیں وہ مجھے ٹرانس میں لا کر حقیقت معلوم کر سکتے ہیں......!''

عالیہ نے تیسری بار فرائینگ پین میں پارچے ڈالے اور حمید جلدی سے بولا۔''کہیں مچھلیوں کو بدہضمی نہ ہو جائے تمہیں ان کی صحت کا بھی خیال رکھنا چاہئے......!''

عالیہ پھر بھی کچھ نہ بولی اور حمید اپنی خوش مزاجی برقرار رکھنے کے لیے مدہم سروں میں سیٹی بجانے لگا۔ ویسے دل تو یہ چاہ رہا تھا کہ ان دونوں کو اٹھا کر پانی میں پھینک دے اور خود پارچے تلنے بیٹھ جائے......!

کچھ دیر بعد عالیہ نے سر اٹھا کر کہا۔''جانتے ہو تم کہاں ہو؟''

''شاید افریقہ کے کسی ہیبت ناک حصے میں!''

وہ ہنس پڑی۔

''بھلا اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟''

''تم تارجام سے زیادہ دور نہیں ہو......!''

''بکواس ہے......وہاں آس پاس ایسا کوئی علاقہ نہیں ہے......!''

''پہلے نہیں تھا لیکن اب ہے......اور تم اچھی طرح جانتے ہو!''

''کیا جانتا ہوں......؟''

''یہ تم ہی لوگوں کا کارنامہ ہے۔'' وہ چاروں طرف انگلی نچا کر بولی۔

''میں نہیں سمجھا......!''

''کیا یہ جھیل اس وقت نہیں بنی تھی جب جیرالڈ شاستری کی زیرزمین دنیا تباہ ہوئی تھی۔''

''لڑکال جنگل......!'' حمید اچھل پڑا۔

''ہاں...... یہ وہی جھیل ہے...... ادھر کوئی نہیں آتا...... چاروں طرف گھنے جنگل ہیں

اور تم یہاں ایڑیاں رگڑ کر مر جاؤ گے......!''

''آخر یہ ولی جاہ ہے کیا بلا.....؟''

''تم دیکھ ہی لو گے۔ اپنے کارناموں پر بہت زیادہ مغرور ہو گئے ہو تم لوگ......!''

''میرا کارنامہ ہے میرا کوئی کارنامہ نہیں...... میں جو آج تک کسی کے دل میں اپنے لیے محبت نہیں پیدا کر سکا۔ کوئی کارنامہ کیا انجام دوں گا......!''

''معلوم ہوتا ہے اب بھوک کی سہار نہیں ہو رہی......!''

''تمہارا خیال غلط نہیں ہے......!''

''اچھا میں پارچے اچھالتی ہوں انھیں خلاء میں ہی دانتوں سے پکڑنے کی کوشش کرو......اگر ہاتھ لگایا تو گولی ماردی جائے گی......!''

''کیا بات ہوئی......!''

''ورزش بھی ہو جائے گی۔ تم روزانہ صبح ورزش کرنے کے عادی معلوم ہوتے ہو...!''

حمید نے سوچا اگر مار ڈالنا ہوتا تو پہلے ہی مار ڈالتے یقیناً کسی مقصد کے تحت اسے زندہ رکھا گیا ہے......لہٰذا جس طرح بھی ہو سکے پہلے پیٹ بھرنے کی کوشش کرو......!

عالیہ نے ہاتھ نچا نچا کر سیاہ فام آدمی کو کچھ اشارے کیے اور وہ مستعد ہو کر کھڑا ہو گیا......ریوالور اس نے سیدھا کر لیا تھا۔

''ہاں تو اچھالوں پارچہ......!'' عالیہ نے حمید سے پوچھا۔

''ضرور......! ضرور......!''

عالیہ نے ایک پارچہ اچھالا جو پہلے اس کی ناک پر پڑا اور پھسلتا ہوا زمین پر چلا آیا...... حمید جھینپ کر اپنا چہرہ صاف کرنے لگا اور وہ دونوں ہنسنے لگے۔

حمید نے غصے کو دبانے کی کوشش کی اور ڈھٹائی سے ہنس کر بولا۔ ''چلو دوسرا پھینکو اس بار غلطی نہیں ہو گی......!''

عالیہ نے کافی بلندی پر پارچہ اچھالا اور حمید اس کی طرف متوجہ ہونے کی بجائے سیاہ فام آدمی پر ٹوٹ پڑا۔ وہ پارچے کی طرف دیکھ رہا تھا۔

حمید پہلی ہی بار اندازہ کر چکا تھا کہ اس کی نظر پارچے کی طرف رہتی ہے لہٰذا وہ یہ

آسانی اس کے ہاتھ سے ریوالور جھپٹتا ہوا دوسری طرف نکلا گیا۔

''اب تم دونوں اپنے ہاتھ اٹھاؤ......!'' وہ پلٹ کر غرایا۔''اگر کسی کی زبان سے ایک لفظ بھی نکلا تو بے دریغ گولی مار دوں گا۔ پھر اپنا حشر خواہ کچھ ہو۔''

وہ دونوں ہاتھ اٹھائے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکا رہے تھے۔

''اور اب تم اسٹوو کے پاس سے ہٹ جاؤ......!'' حمید نے عالیہ سے کہا۔ وہ خاموشی سے ہاتھ اوپر اٹھائے ہوئے اسٹوو کے پاس سے ہٹ گئی......!

''اسی طرح ہاتھ اٹھائے کھڑے رہو تم دونوں۔ اگر آواز نکلی تو فائر کر دوں گا......!''

اور پھر وہ بائیں ہاتھ سے پارچے نکال نکال کر کھاتا رہا اور......داہنے ہاتھ سے انھیں کور کیے رہا......!

فرائینگ پین سے تازہ نکلے ہوئے تیز گرم پارچوں کو منہ میں رکھ کر کچلنا کوئی آسان کام تو نہیں تھا......طرح طرح کے منہ بن رہے تھے۔ کبھی سر بائیں جانب جھکتا اور کبھی دائیں جانب......!

عالیہ غالباً اس کی ہیّت کذائی پر ہی ہنسی تھی......!

''ہنسے......جاؤ......!'' حمید منہ چلاتا ہوا بولا۔

پارچے ختم کر کے وہ اٹھ گیا اور عالیہ سے بولا......''اور تلو......!''

وہ ہنستی ہوئی پھر اسٹوو کے قریب آ بیٹھی......!

حمید نے سیاہ فام آدمی سے پوچھا۔''کیا واقعی تم گونگے اور بہرے ہو......؟''

وہ پہلے ہی کی سی حالت میں خاموش کھڑا رہا......!

فریدی کا چہرہ ستا ہوا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے ساری رات جاگتا رہا ہو۔ اس وقت وہ ڈی۔ آئی۔ جی کے آفس میں بیٹھا اس سے گفتگو کر رہا تھا۔

''جھاڑیوں میں مزدود کی لاش مل گئی......لیکن حمید......!''

''ملبہ صاف ہو گیا......!'' ڈی آئی جی نے پوچھا۔

''جی ہاں......!''

''تو اس سرنگ کا راستہ جھاڑیوں میں نکلتا ہے!''

''جی ہاں......اور اصل عمارت سے زیادہ فاصلہ نہیں تھا......!''

''پھر اب کیا سوچا ہے۔ میں نے پہلے کبھی تمہیں اتنا پریشان نہیں دیکھا۔''

''جی ہاں...... میں پریشان ہوں......'' فریدی نے خشک لہجے میں کہا اور خلاء میں گھورنے لگا۔

پھر کچھ دیر بعد بولا۔ ''میں آپ کو پوری کہانی سنا چکا ہوں......!'' میرے لیے اب اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں کہ اس کلچرل سیکریٹری کے گریبان پر ہاتھ ڈال دوں......!''

''مجھے معلوم ہے کہ تمہارے پاس ایک مخصوص اجازت نامہ ہے جس کے تحت تم صرف صدر مملکت کو جوابدہ ہو......لیکن بعض سفارت خانوں کے معاملات میں براہِ راست مداخلت نہیں کرسکو گے۔ اس کے لیے تمہیں باقاعدہ منظوری لینی پڑے گی......!''

''اسی لیے میں استعفےٰ دینا چاہتا ہوں......!''

''استعفےٰ......؟''

''جی ہاں...... میں چاہتا ہوں کہ بعض بین الاقوامی حالات کی بناء پر مجھے اجازت نہیں ملے گی......!''

''استعفےٰ دے دینے کے بعد تم کیا کرسکو گے!''

''اُس وقت میں ایک ذمہ داری آدمی نہ رہوں گا اور ایک عام آدمی کی طرح قانون شکنی کرسکوں گا......!''

''کیا مطلب؟''

''کلچرل سیکریٹری اسٹیفن بروس پر تشدد کیے بغیر میں ولی جاہ کے بارے میں کچھ بھی نہ معلوم کرسکوں گا......!''

''شاید حمید والے صدمے نے تمہیں ذہنی طور پر مفلوج کر دیا ہے۔ مجھے تم سے ہمدردی ہے کرنل فریدی......!''

''میرا استعفیٰ منظور کیجیے......!''

''بچوں کی سی باتیں نہ کرو...... آرام کرنے کیلئے طویل مدت کی رخصت پر جا سکتے ہو۔''

دفعتاً فریدی کی نیم غنودہ آنکھوں میں عجیب سی چمک لہرائی اور وہ کرسی سے اٹھ گیا، اب اس کے چہرے پر اضمحلال بھی نہیں تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی نئے خیال کے تحت اچانک اس کی شخصیت ہی بدل گئی ہو۔

''میں آپ کا شکر گزار ہوں جناب!'' وہ مسکرا کر بولا۔ ''نہ میں استعفیٰ دوں گا اور نہ طویل رخصت چاہوں گا......!''

ڈی، آئی، جی اسے حیرت سے دیکھے جا رہا تھا۔ یہ اچانک تبدیلی ہی غالباً حیرت کا باعث تھی۔

''آپ مجھے ہمیشہ سیدھی راہ دکھاتے ہیں......!''

''مجھے تم سے یہی امید تھی......!'' ڈی۔ آئی۔ جی کھل اٹھا۔ ''تم اطمینان رکھو حمید بعافیت ہوگا، ورنہ مزدور ہی کی طرح اس کی لاش بھی مل جاتی۔''

''لاش......!'' فریدی کا چہرہ پھر زرد ہو گیا۔

''میرا مطلب تھا...... وہ بخریت ہی ہو گا۔'' ڈی۔ آئی۔ جی بھی اٹھتا ہوا بولا اور مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھا دیا۔

ڈی۔ آئی۔ جی کے آفس سے نکل کر وہ کوٹھی کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔ کوٹھی پہنچ کر اپنی تجربہ گاہ کی طرف جا رہا تھا کہ ملازم نے ایک لفافہ پیش کیا۔

''ایک صاحب دے گئے تھے......!'' اس نے کہا۔

فریدی نے اس پر اچٹتی سی نظر ڈالی۔ اس کا نام اور پتہ اس پر ٹائپ تھا...... تجربہ گاہ کی طرف بڑھتے ہوئے اُس نے اسے چاک کر کے پرچہ نکالا...... اور اس کے قدم رک گئے!

پرچے پر انگریزی حروف میں ٹائپ تھا۔

''اگر تم اس پستول کے راز سے واقف ہو گئے ہو تو پستول سمیت اسے اپنی ہی ذات تک محدود رکھو ورنہ کیپٹن حمید کو قتل کر دیا جائے گا......!''

تو وہ زندہ ہے...... پیشانی سے تشویش کی لکیریں غائب ہو گئیں اور وہ پھر پہلے ہی کا سا

پرسکون فریدی نظر آنے لگا......!

تجربہ گاہ میں پہنچ کر اس نے فون پر کسی کے نمبر ڈائیل کیے اور ماؤتھ پیس میں بولا۔

''اٹ از ہارڈ اسٹون...... بروس کے بارے میں کوئی اطلاع......!''

''کوئی مشتبہ حرکت ابھی تک نہیں دیکھی گئی!''

''اس وقت وہ کہاں ہے؟''

''اپنے بنگلے میں......!''

''اس کا تعاقب جاری رکھا جائے......اور جس وقت وہ ہاف مون کلب میں پہنچے مجھے فوراً اطلاع دی جائے!''

''بہت بہتر جناب......!''

فریدی نے ریسیور رکھ کر سگار سلگایا اور آرام کرسی میں نیم دراز ہو کر آنکھیں بند کر لیں۔

کچھ دیر بعد فون کی گھنٹی بجی......اس نے ریسیور اٹھایا۔

دوسری طرف سے آواز آئی۔ ''وہ اپنے بنگلے سے نکلا ہے۔ اس کے ساتھ ایک عورت بھی ہے۔ سیاہ رنگ کی ڈاج نمبر ڈی۔ ایف ۔تھری سکس نائن ون، تعاقب جاری ہے۔''

''ٹھیک ہے......!'' کہہ کر فریدی نے ریسیور رکھ دیا۔

پارچوں کی دوسری کھیپ کا بھی صفایا کر دینے کے بعد اس نے کافی طلب کی......!

''اس کے لیے تمہیں کچھ دور چلنا ہوگا۔'' عالیہ اٹھلائی۔

''او کے۔ او کے......!'' حمید بڑی شرافت سے بولا۔ ''اور اب تم اپنے اس محافظ سے کہو کہ ہاتھ نیچے گرا کر مجھ سے اپنا ریوالور واپس لے پھر مجھ سے دوستانہ انداز میں مصافحہ کرے۔''

عالیہ نے حمید کو غور سے دیکھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اس کے بارے میں صحیح اندازہ لگانے کی کوشش کر رہی ہو۔ پھر وہ سیاہ فام آدمی کو اشارے کرنے لگی......!

اس نے اپنے ہاتھ نیچے گرا دیئے اور حمید کی طرف بڑھا، حمید نے ریوالور اسے واپس کرتے ہوئے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا جسے بڑی گرم جوشی سے قبول کیا گیا۔

اس کے بعد وہ بڑی دیر تک خاموشی سے کھڑے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے، سیاہ فام آدمی نے ریوالور ہولسٹر میں رکھ لیا تھا اور بت بنا کھڑا تھا......!

''کافی پلیز......!'' حمید نے عالیہ کی طرف دیکھ کر کہا۔

''چلو......!'' وہ بائیں جانب مڑتی ہوئی بولی۔

حمید اس کے برابر چل رہا تھا۔

''اب مجھے بتاؤ......اس نقلی پستول کیلئے مجھے اتنی اذیت کیوں دی جا رہی ہے....!''

''کیا تمہارے باس نے تمہیں نہیں بتایا۔''

''وہ مجھے کبھی کچھ نہیں بتاتا لیکن پستول تو میں نے جھاڑیوں میں پھینک دیا تھا......!''

''تم جھوٹے ہو......پستول اس کے قبضے میں ہے!''

''میں سمجھ گیا......!''

''کیا سمجھ گئے......؟''

''اگر وہ کوئی خاص اہمیت رکھتا ہے تو جھاڑیوں سے پر لگا کر اڑا ہوگا اور سیدھا میرے باس کی گود میں جا گرا ہوگا۔ ہر وہ چیز جو اس کے لیے اہمیت رکھتی ہے حیرت انگیز طور پر اس کے پاس پہنچ جاتی ہے۔ عورت کی اس کی نظروں میں کوئی اہمیت نہیں ہے اس لیے آج تک کوئی عورت اڑ کر بھی اس کے پاس نہیں پہنچ سکی......!''

''عورت کا کیا ذکر تھا یہاں......!''

''عورت کا ذکر میں ہر جگہ نکال لیتا ہوں۔ یہ میرا کمال ہے۔ حد یہ ہے کہ عبادت کے بعد جو دعا مانگتا ہوں اس میں بھی عورت شامل ہوتی ہے۔ میں گڑگڑاتا ہوں اے میرے معبود میرے لیے اسپیشلی ایک ایسی عورت تخلیق کر دے جس میں بیوی بننے کی صلاحیت نہ ہو۔''

''بھوکے تھے تو ڈھنگ کی باتیں کر رہے تھے......!''

''ناشتے کے بعد سے دوپہر کے کھانے تک مجھے کبھی بیوی کی پرواہ نہ ہوگی......اسے لکھ لو......!''

اب وہ مغرب کی طرف ڈھلان میں اتر رہے تھے۔ایک جگہ عالیہ رکی اور وہ وہیں سے بائیں جانب مڑ گئی۔ جب حمید بھی مزید نشیب میں اترا تو اسے کسی غار کا دہانہ دکھائی دیا جس میں عالیہ داخل ہو رہی تھی۔

حمید نے بھی اس کی تقلید کرنی چاہی لیکن سیاہ فام آدمی راہ میں حائل ہو گیا۔

اس نے اسے وہیں ایک طرف بیٹھ جانے کا اشارہ کیا تھا۔

حمید نے اسے گھور کر دیکھا لیکن کچھ بولا نہیں۔ ویسے وہ دہانے سے ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

کچھ دیر بعد ایک اور سیاہ فام آدمی غار کے دہانے سے برآمد ہوا جس کے ہاتھوں پر کافی کی کشتی تھی......!

گونگے بہرے محافظ نے آگے بڑھ کر کشتی اس کے ہاتھوں پر سے اٹھالی اور اسے ایک طرف زمین پر رکھ کر خود کافی بنانے بیٹھ گیا۔ دوسرا آدمی پھر غار کے اندر واپس چلا گیا تھا۔

محافظ نے ایک کپ اپنے لیے تیار کیا اور دوسرا حمید کے لیے۔

حمید نے اپنی کافی ابھی ختم بھی نہیں کی تھی کہ عالیہ نریمان غار کے دہانے سے برآمد ہوئی۔لیکن اب وہ غوطہ خوری کے لباس میں تھی......!

''ہائیں......کیا مطلب؟'' حمید بوکھلا کر کھڑا ہو گیا۔مگر وہ اتنی دیر میں کنارے پر پہنچ کر پانی میں چھلانگ لگا چکی تھی....!

پھر حمید نے اسے دوبارہ ابھرتے نہ دیکھا۔ پتہ نہیں کن گہرائیوں میں گم ہو گئی تھی۔

سیاہ فام محافظ ان سارے معاملات سے بالکل ہی بے تعلق نظر آ رہا تھا۔

حمید کافی ختم کر کے وہیں بیٹھ رہا......!

مقصود کا تبادلہ فریدی کے محکمے میں بارہ گھنٹے کے اندر اندر ہوا تھا اور اس پر عجیب سی وحشت طاری تھی! وہ سوچ رہا تھا کہ اب اس کے دن رات اس کے اپنے نہ رہیں گے۔صرف

محکمے ہی تک کی بات ہوتی تو خیر کوئی مضائقہ نہیں تھا لیکن کرنل فریدی کے تحت کام کرنا...... خدا کی پناہ اس طرح چاق وچوبند رہنا پڑتا تھا جیسے دوسرے ہی لمحے میں قیامت آنے والی ہو۔

اس وقت وہ فریدی ہی کے احکام پر ہاف مون نائٹ کلب کی کمپاؤنڈ میں سیاہ رنگ کی ڈاج کے قریب کھڑا تھا اور اس کے جسم پر...... ڈرائیوروں کی مخصوص وردی تھی......!

فریدی ہی نے اس کا میک اپ کیا تھا اور سمجھا دیا تھا کہ وہ اس کار کے ڈرائیور کی جگہ لے رہا ہے اور کار کے مالک کو اسے فریدی کے بتائے ہوئے پتہ پر پہنچانا ہوگا......!

گاڑی کے اصل ڈرائیور کا جو بھی حشر ہوا ہو۔ اسے تو گاڑی خالی ہی ملی تھی اور گاڑی کی کنجی فریدی نے اسے دیتے ہوئے کہا تھا۔ ''بہت ہوشیاری کی ضرورت ہے...... ایک مرد اور ایک عورت...... دونوں شراب کے نشے میں دھت ہوں گے...... اور اگر ایسا نہ ہو تو بھی انھیں وہاں تک پہنچانے کی ذمہ داری تم پر ہوگی۔ موقع کے لحاظ سے اپنی عقل استعمال کرنا!''

اور اب مقصود گاڑی کے قریب کھڑا سوچ رہا تھا کہ اگر اپنی عقل چوپٹ ہوگئی یا عین وقت پر بیوی کی کوئی زیادتی یاد آگئی تو پھر وہ کہاں ہوگا......!

ٹھیک بارہ بج کر سترہ منٹ پر ایک عورت اور ایک مرد گاڑی کی طرف آتے دکھائی دیئے۔ عورت کے قدم لڑکھڑا رہے تھے۔ لیکن مرد کی چال معمول کے مطابق تھی۔ مقصود نے آگے بڑھ کر پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول دیا۔ مرد نے عورت کو اندر بٹھا دیا اور مقصود سے بولا۔

''ٹم میم صاحب کو بنگلے پر چھوڑو۔ پھر ادھر آؤ...... ہام ادھر ہی ہے......!''

مقصود کا سر گھوم گیا...... وہ اس غیر ملکی کو واپس جاتے دیکھ رہا تھا۔

اس کے عمارت میں داخل ہو جانے کے بعد اس نے پچھلی سیٹ پر نظر ڈالی...... عورت لیٹ گئی تھی اور غالباً اس کی آنکھیں بھی بند تھیں۔

''اب میں ان میم صاحب کو کہاں لے جاؤں۔ میرے معبود......!'' وہ اگلی سیٹ پر بیٹھتا ہوا بڑبڑایا...... فریدی نے اسے ان دونوں کے بارے میں کچھ بھی نہیں بتایا تھا......!

مقصود نے انجن اسٹارٹ کرتے ہوئے سوچا کاش میں نے ولی جاہ کی تصویر نہ دیکھی ہوتی۔ اسی قصور کی بناء پر اسے اس محکمے میں دوبارہ واپس آنا پڑا تھا......!

اُسے اس کام سے دلچسپی تھی لیکن بیوی کی وجہ سے اسے اپنا تبادلہ سول پولیس میں کرانا

پڑا تھا۔ وہ راتوں کو اس کی گھر سے غیر حاضری پر طوفان اٹھا دیا کرتی۔ کسی طرح یقین ہی نہ کرتی کہ وہ ڈیوٹی پر تھا......!

وہ گاڑی کو کمپاؤنڈ سے نکالتا ہوا بولا۔ ''زندگی جہنم بن جائے گی۔''

لیکن وہ جائے کہاں... پتہ نہیں عورت اہم تھی کہ مرد..... وہیں چلنا چاہئے بہر حال...!

گاڑی تیزی سے راستے طے کرتی ہوئی فریدی کے بتائے ہوئے پتے پر جا پہنچی۔ گاڑی رکتے ہی مقصود پچھلی سیٹ کی طرف مڑا تھا۔ عورت بے خبر سوئی ہوئی نظر آئی۔ وہ اسے گاڑی ہی میں چھوڑ کر نیچے اتر آیا اور عمارت کی طرف بڑھا۔

برآمدے میں پہنچ کر گھنٹی کا بٹن دبانے کے بعد اسے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا تھا۔ دروازہ کھلا اور دروازہ کھولنے والا فریدی ہی تھا......!

''عورت بے ہوش پڑی ہے جناب!'' مقصود بوکھلائے ہوئے لہجے میں بولا......!

''اور مرد......؟''

''وہ کلب ہی میں ہے!'' مقصود نے کہا اور کہانی دہرا دی۔

''اچھی بات ہے۔ اسے اٹھوا کر اندر لانے میں میری مدد کرو......!''

عورت عمارت کے اندر لائی گئی اور جیسے ہی فریدی نے مقصود سے کچھ کہنا چاہا تھا فون کی گھنٹی بجی تھی......!

فریدی نے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھایا۔ مقصود اسی کی طرف دیکھ رہا تھا دفعتاً اس نے محسوس کیا جیسے دوسری طرف سے بولنے والے کی بات سن کر اس کے چہرے پر پہلے تو حیرت کے آثار پیدا ہوئے ہوں۔ پھر آنکھوں سے گہری تشویش جھانکنے لگی ہو!

اس نے ریسیور رکھ دیا اور مقصود سے بولا۔ ''اسے پھر اٹھا کر گاڑی ہی میں لے چلو۔!''

مقصود میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ وہ اس سے اس تبدیلی کی وجہ پوچھ سکتا......!

بے ہوش عورت دوبارہ گاڑی تک لائی گئی اور فریدی نے مقصود سے کہا۔ ''تم اب اسی عمارت میں ٹھہرو...... میری واپسی تک باہر نہ نکلنا۔''

اس بار فریدی ہی کار ڈرائیو کر رہا تھا اور مقصود عمارت میں واپس آ گیا......!

فریدی نے اسٹیفن بروس کی گاڑی بے ہوش عورت سمیت ہاف مون نائٹ کلب پہنچا دی۔اس کا اہتمام پہلے ہی کرلیا تھا کہ گاڑی میں مقصود کی انگلیوں کے نشانات نہ پائے جاسکیں۔

اور پھر وہ کلب کی عمارت میں داخل ہوا......رات کا ڈیڑھ بجا تھا ہال میں ایک بھی میز خالی نظر نہیں آتی تھی......اسٹیج پر تین لڑکیاں تھرک رہی تھیں......!

فریدی نے اسٹیفن بروس کو اپنی میز پر تنہا دیکھا۔لیکن وہ پوری طرح اسٹیج کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ چہرے پر خوفزدگی کے آثار تھے جنہیں شاید وہ بڑی کوششوں سے چھپانے کے باوجود بھی نہیں چھپا سکا تھا۔فریدی آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کی میز کے قریب پہنچا اور اسٹیفن اس طرح اچھل پڑا جیسے موت سر پر پہنچ گئی ہو......!

پھر اچانک ایسا معلوم ہوا جیسے اس کی آنکھوں سے مسرتوں کے سوتے پھوٹ نکلے ہوں۔

''خوش آمدید......خوش آمدید کرنل''۔ وہ اس کے استقبال کے لیے اٹھتا ہوا بولا۔''کیا تم میری میزبانی قبول کروگے۔''

''میں تمہارے ہی لیے آیا ہوں......!'' فریدی اس سے مصافحہ کرکے سامنے والی کرسی پر بیٹھتا ہوا بولا۔''مجھے اطلاع ملی تھی کہ تم خوفزدہ ہو۔''

''مم......میں......خ......خوفزدہ......!''

''ہاں......آں......جس دن تم نے کیپٹن حمید کی شکایت کی تھی اس دن سے تمہاری بھی نگرانی کراتا رہا ہوں......!''

''کک......کیوں......کیا میں نے جھوٹ کہا تھا......!''

''بہتیری سچی باتیں چھپا گئے تھے......!''

''کک......کچھ بھی نہیں......، کیا پیئو گے......!''

''مجھ سے زیادہ تمہیں اس کی ضرورت ہے!'' فریدی مسکرایا۔''لیکن بہت دیر سے تم اپنے لیے منگانے کی ہمت نہیں کر سکے۔''

''کک......کیا مطلب؟''

''تمہیں ڈر ہے کہ کہیں اس بار زہر آلود شراب نہ ملے۔ تمہاری سیکریٹری کو پہلے ہی شراب میں بے ہوشی کی دوا دی جا چکی ہے۔ وہ لوگ شاید تمہیں زندہ لے جانا چاہتے ہیں...!''

''مم......میں......کچھ نہیں سمجھا......!''

''ٹھہرو......میں خود اپنی نگرانی میں تمہارے لیے پگ تیار کراؤ نگا۔''

اسٹیفن بروس حیرت سے آنکھیں پھاڑے فریدی کو دیکھتا رہا......!

فریدی اٹھ کر شرابوں کے کاؤنٹر پر آیا۔ ایک سربند بوتل خود منتخب کی اور سوڈے کے سائیفن کی بجائے سوڈے کی بوتلیں طلب کیں انھیں خود ہی لیے ہوئے اسٹیفن کی میز پر آ گیا۔

پھر خود ہی اسٹیفن کیلئے گلاس بھی تیار کیا تھا۔ اسٹیفن دم بخود یہ سب کچھ دیکھتا رہا تھا۔

''پیئو......!'' فریدی اس کی طرف گلاس کھسکاتا ہوا بولا۔ ''تاکہ تمہارے منتشر حواس یکجا ہو سکیں۔ میں دوستوں کا دوست ہوں......!''

اسٹیفن نے کانپتے ہوئے ہاتھ سے گلاس پکڑ کر ہونٹوں سے لگا لیا۔ پھر وہ کسی ایسے آدمی کی طرح اسے خالی کر گیا تھا۔ جو کئی دنوں سے پیاسا رہا ہو۔ گلاس میز پر رکھ کر اس نے رومال سے ہونٹ خشک کیے اور خاموش بیٹھا رہا لیکن وہ فریدی سے نظریں چرانے کی کوشش کر رہا تھا......!

''تمہاری سیکریٹری اب بھی گاڑی میں بے ہوش پڑی ہے......!'' فریدی بولا۔

''لل......لیکن......وہ تو گھر......!''

''گاڑی یہیں کمپاؤنڈ میں موجود ہے۔ ان کا خیال تھا کہ تم دونوں ساتھ ہی جاؤ گے۔ یعنی جب تم دیکھو گے کہ اسے نشہ ہو گیا ہے تو تم اسے خود ہی لے جاؤ گے اور وہ تمہیں گھیر لیں گے لیکن جب تم اسے گاڑی میں ڈال کر خود یہاں آ بیٹھے تو......لیکن یہ تو بتاؤ کہ تمہیں خطرے کا احساس کیونکر ہوا......!''

''جج......جب میں واپس آیا تو......!''

''ہاں......ہاں کہو......!''

''سامنے والی میز پر چار آدمیوں کو دیکھ رہے ہو!''

''ہاں.....اُوہ.....!''

''یہ مجھے کینہ توز نظروں سے دیکھ رہے تھے جب میں واپس آیا.....!''

''کیا تم انھیں پہچانتے ہو.....!''

''نن.....نہیں.....لیکن نظریں پہچانتا ہوں.....!''

''فکر نہ کرو.....کیا میں تمہیں گھر پہنچا دوں.....!''

''میں بہت بڑے خطرے میں گھر گیا ہوں.....!''

''با قاعدہ پولیس سے مدد طلب کرو.....!''

''ناممکن.....کوئی جواز نہیں ہے.....!''

''میں نجی طور پر تمہاری مدد کرنے کو تیار ہوں.....!''

''شکریہ.....لیکن.....!''

''فکر نہ کرو.....اگر خود کو اپنی کوٹھی میں غیر محفوظ سمجھو تو میرے ساتھ چلو.....وہاں پرندہ پر نہیں مار سکتا.....!''

''لیکن میری سیکریٹری.....تم کہہ رہے تھے کہ وہ باہر گاڑی میں ہے۔''

''میرا خیال ہے کہ انھوں نے تمہارے ڈرائیور کو ملا رکھا تھا۔ جیسے ہی میرے آدمیوں نے گاڑی پر قبضہ کرنا چاہا وہ اسٹیرنگ چھوڑ کر بھاگ گیا!''

''اوہ.....اُوہ.....!''

''اب تم جو چاہو تمہارے لیے کرنے کو تیار ہوں!''

''میری سمجھ میں نہیں آتا.....زندگی میں پہلی بار پراگندہ ذہنی کا شکار ہوا ہوں.....!''

''اکثر ہوتا ہے.....میرا خیال ہے تھوڑی سی اور لو.....!'' فریدی گلاس میں انڈیلتا ہوا بولا۔ پھر سوڈے کی بوتل کھولی اور اس کے لیے دوسرا گلاس تیار کر دیا۔

''شکریہ.....!''

دوسرا گلاس اس نے تھوڑا تھوڑا کر کے خالی کیا تھا۔

''میں یہی بہتر سمجھتا ہوں کہ تمہارے ساتھ چلوں!''

''تو چلو اٹھو.....وقت ضائع کرنے سے کیا فائدہ!''

اسٹیفن نے پھر اس میز کی طرف دیکھا جس پر وہ چاروں نامعلوم آدمی اب بھی موجود تھے......وہ بھی ان دونوں ہی کی طرف متوجہ تھے!

''تم ان کی فکر نہ کرو......! یہاں میرے آدمی بھی موجود ہیں جو تمہاری نگرانی کرتے رہے تھے!'' کہتا ہوا فریدی اٹھ گیا اور اسٹیفن نے اٹھتے وقت بوتل اٹھائی......!

جب وہ دروازے کے قریب پہنچے تو تین آدمی ان کے پیچھے تھے......!

''یہ میرے آدمی ہیں......!'' فریدی آہستہ سے بولا۔ ''چلتے رہو......!'' وہ اسے اس کی گاڑی کے قریب لایا......!

وہ دونوں اگلی سیٹ پر بیٹھے......فریدی نے اسٹیرنگ سنبھالا اور گاڑی پھاٹک سے گزر کر سڑک پر آنکلی۔

اسٹیفن نے مڑ کر دیکھا ایک اور گاڑی بھی پھاٹک سے نکل رہی تھی!

''اوہو......تم کیوں پریشان ہو...... میرے آدمی ہیں۔ اطمینان سے بیٹھو......!'' فریدی بولا۔ ویسے اس نے اسٹیفن کے تھوک نگلنے کی آواز صاف سنی تھی......!

بالآخر کار اسی عمارت کے سامنے آکھڑی ہوئی جہاں اسے کچھ دیر پہلے مقصود لایا تھا...!

''بیٹھے رہو......!'' فریدی نے آہستہ سے کہا اور مڑ کر دیکھنے لگا۔ دوسری گاڑی بھی اس کے پیچھے آرکی تھی اور ایک تیسری گاڑی تیزی سے گزرتی چلی گئی تھی......!

''دیکھا تم نے......!''

اسٹیفن کچھ نہ بولا۔

پچھلی گاڑی والوں نے بے ہوش عورت کو عمارت میں پہنچا دیا تھا کچھ دیر بعد فریدی اور اسٹیفن بروس ایک کمرے میں تنہا رہ گئے......!

''اب تم مجھ سے ان لوگوں کے بارے میں پوچھو گے......!'' اسٹیفن نے جھینپی ہوئی ہنسی کے ساتھ کہا۔

''قدرتی بات ہے...... مجھے قطعاً دلچسپی نہ ہوتی......لیکن کیپٹن حمید کم از کم مجھ سے جھوٹ نہیں بول سکتا خواہ وہ باہر کچھ بھی کر آیا ہو......!''

''وہ ایک قطعی نجی قسم کا جھگڑا تھا، کیپٹن خواہ مخواہ دخل دے بیٹھا۔''

''لیکن اب مجھے ولی جاہ کی تلاش ہے!'' فریدی نے اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

'' کیوں؟ تمہیں اس سے کیا سروکار......!''

''اسٹیفن کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ اس سے محفوظ رہ سکو!''

''یقیناً...... فی الحال میں ایسی پوزیشن میں نہیں ہوں کہ اس معاملے کو اپنی ذات سے آگے بڑھا سکوں!''

''تم مجھ پر اعتماد کرو......!''

''اس سے پہلے اپنی پوزیشن صاف کرنے کی کوشش کروں گا۔ ولی جاہ سے میرا جھگڑا بہت پرانا ہے۔ جب میں مغربی جرمنی میں تھا تب کی بات ہے!''

''جھگڑے کی نوعیت!'' فریدی نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا......!

''بہت ہی نجی قسم کی بات ہے!''

''اس کے لیے وہ یہاں دوڑا چلا آیا...... کیا خیال ہے وہ آخر اس طرح خوابوں کا بزنس کیوں کرتا پھرتا ہے!''

''یہی تو بزنس ہے اس کا......!''

''بڑی عجیب بات ہے...... لیکن وہ بھی تو تم سے خائف معلوم ہوتا ہے ایسا غائب ہوا کہ پھر نہ دکھائی دیا......!''

''میں کیا بتاؤں کتنا نجی معاملہ تھا۔ بس یہ سمجھ لو ایک عورت کی بات تھی۔ لیکن وہ عورت بالآخر مرگئی! اسی کی گولی کا نشانہ بنی تھی لیکن وہ مجھے مار ڈالنے کے درپے ہو گیا تھا......''

فریدی کچھ نہ بولا۔ وہ سگار سلگا رہا تھا۔ اس کے بعد وہ کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اسٹیفن بولا۔ ''اب نیند آ رہی ہے...... پتہ نہیں لزی ہوش میں آئی یا نہیں!''

''اسے سونے ہی دو...... بے ہوشی کے بعد وہ سکون سے سوتی رہے گی۔ تم چلو میں تمہیں سونے کا کمرہ دکھا دوں......!''

اسٹیفن اٹھ کر اس کے ساتھ چلنے لگا...... فریدی ایک جگہ رُکا اور اسٹیفن سے بولا۔

''پہلے ایک چیز دیکھ لو......!''

''ہوں...... ہوں......!'' اسٹیفن نروس سی ہنسی کے ساتھ بولا۔

''تمہارے بارے میں تو سُن رکھا تھا کہ تمہارے پاس نوادرات کا بہت بڑا ذخیرہ ہے...... میں ضرور دیکھوں گا......!''

فریدی اسے قریب والے کمرے میں لے گیا۔ یہاں صرف دو تین...... کرسیاں پڑی ہوئی تھیں اور دیوار پر فلم کی اسکرین کا سا پردہ بنایا گیا تھا اور اس کے مقابل دوسری دیوار کے قریب آٹھ ملی میٹر کا ایک پروجیکٹر اسٹینڈ پر رکھا ہوا تھا!

''بیٹھ جاؤ......!'' فریدی نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

''کیا کوئی فلم دکھاؤ گے......!'' اسٹیفن نے بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں...... اور اس کا شمار بھی تم نوادرات میں ہی کرو گے!''

''ضرور دکھاؤ......!''

فریدی نے کمرے کی روشنی کا سوئچ آف کر کے پروجیکٹر کا سوئچ آن کر دیا......! وہ ایک ہلکی سی آواز کے ساتھ چل پڑا تھا اور سامنے والا اسکرین روشن ہو گیا تھا۔ تصویریں گزرنے لگیں...... جنگل کا سین تھا...... دو آدمی چلے جا رہے تھے۔

کیمرہ ان کے پیچھے تھا...... آہستہ آہستہ کیمرہ ان کے قریب ہوتا گیا۔ بار بار کسی درخت کی شاخ یا کوئی جھاڑی ان کے اور کیمرے کے درمیان آ جاتی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے یہ فلم بندی جھاڑیوں میں چھپ کر کی گئی ہو! وہ دونوں چلتے چلتے رک گئے انھوں نے اپنی پشتوں پر بڑے بڑے تھیلے اٹھا رکھے تھے......!

پھر انہوں نے وہ تھیلے زمین پر رکھ دیئے اور انکے چہرے اب کیمرے کے سامنے تھے....!

''اُوہ......!'' اسٹیفن اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

''بیٹھے رہو...... بیٹھے رہو......!'' فریدی پرسکون لہجے میں بولا۔ ''تمہیں پوری ریل دیکھنی پڑے گی اور یہ سب کچھ دوستانہ فضا میں ہو رہا ہے تم مطمئن رہو......!''

اسٹیفن خاموشی سے بیٹھ گیا۔

فلم اس دوران میں چلتی رہی تھی! ان دونوں آدمیوں میں سے ایک خود اسٹیفن بروس تھا۔ اس نے تھیلے سے ایک ٹرانسمیٹر نکالا۔ اور اس پر کسی سے گفتگو کرنے لگا۔ دوسرا آدمی چاروں طرف پُرتجسس نظریں ڈال رہا تھا......! ٹرانسمیٹر بند کر کے اسٹیفن نے تھیلے سے ایک

چھوٹی سی مشین نکالی اور اپنے ساتھی کو وہیں چھوڑ کر آگے بڑھنے لگا۔ کیمرہ اس کے اس ساتھ حرکت کرتا رہا......!

گھنی جھاڑیوں کے درمیان یہ ایک پگڈنڈی سی تھی۔ جس پر وہ چل رہا تھا۔ کیمرے نے ایک سائن بورڈ کی بھی تصویر لی تھی۔ جس پر ''ممنوعہ علاقہ'' لکھا تھا۔ لیکن اسٹیفن بروس اس سائین بورڈ کو پیچھے چھوڑتا ہوا آگے بڑھتا چلا جا رہا تھا۔

بورڈ پر یہ تحریر انگریزی اور اُردو دونوں زبانوں میں تھی ......! اسٹیفن کی تصویر دھندلی ہوتے ہوتے بالکل غائب ہوگئی......! اور فریدی نے پروجیکٹر کا سوئچ آف کر کے کمرے میں دوبارہ روشنی کر دی......!

اسٹیفن بروس کا چہرہ تاریک ہو گیا تھا۔ ہونٹ خشک تھے!

''کیا میں تمہارے لیے گلاس تیار کراؤں!'' فریدی نے نرم لہجے میں پوچھا۔

''دیکھو......دوست......!'' اسٹیفن بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ''ہم شکار کا جائزہ لینے اُدھر گئے تھے......!''

''مجھے اس سے قطعی سروکار نہیں ہے کہ تم ادھر کیوں گئے تھے!''

''پھر تم کیا چاہتے ہو اور اس کا کیا مقصد تھا......!''

فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا......!

''ولی جاہ یہاں کیا کر رہا ہے......تم اچھی طرح جانتے ہو!'' اس نے کہا۔ معنی خیز مسکراہٹ اب بھی اس کے لبوں پر کھیل رہی تھی!

''مم......میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ وہ میری تلاش میں ہے اور مجھے مار ڈالنا چاہتا ہے!''

''اگر یہ بات ہوتی تو وہ لوگ کیمرے کی بجائے رائفل استعمال کرتے اور تم اس وقت یہاں باتیں نہ بنا رہے ہوتے......!''

''کیا مطلب؟'' وہ پھر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

''یہ فلم انھیں لوگوں میں سے ایک کے پاس سے برآمد ہوئی تھی۔ بیٹھ جاؤ اور سنجیدگی سے سوچو کہ تمہیں اب کیا کرنا چاہئے......!''

اسٹیفن کسی ہارے ہوئے جواری کے سے انداز میں سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

فریدی نے سوئچ بورڈ پر لگے ہوئے ایک پش سوئچ پر انگلی رکھ دی کہیں دُور سے گھنٹی بجنے کی آواز آئی اور دوسرے ہی لمحے میں ایک آدمی کمرے میں داخل ہوا۔

''وہسکی سوڈا'' فریدی نے اس سے کہا اور وہ الٹے پاؤں واپس چلا گیا۔

اسٹیفن خاموش بیٹھا کسی خیال میں گم تھا۔

اس آدمی کی واپسی جلد ہی ہوئی۔ اس کے ہاتھوں پر ایک کشتی تھی جس میں بوتلیں اور گلاس تھے......! کارنر ٹیبل پر کشتی رکھ کر وہ فریدی کی طرف مڑا۔

''ٹھیک ہے......میں بلیک کافی پیوں گا!'' فریدی کہتا ہوا میز کی طرف بڑھا اور اسٹیفن کے لیے گلاس تیار کرنے لگا۔

''نہیں......اب میں نہیں پیوں گا'' اچانک اسٹیفن سر اٹھا کر بولا۔

''تمہیں اس کی ضرورت ہے!'' فریدی نے نرم لہجے میں کہا۔

اسٹیفن نے نہیں نہیں کرتے ہوئے یہ گلاس بھی کسی ازلی پیاسے کے سے انداز میں خالی کر دیا۔

فریدی خاموشی سے سگار کے کش لیتا رہا۔ بظاہر وہ اسٹیفن کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

تھوڑی دیر بعد اسٹیفن بھرائی ہوئی آواز میں بولا ''میری پوزیشن بے حد خراب ہو گئی ہے۔''

فریدی خاموش ہی رہا۔ اسٹیفن کہتا رہا۔ ''ولی جاہ اور اس کی سیکریٹری دونوں جرمن ہیں......ایرانی نہیں......اور ولی جاہ ہمارے مخالف کیمپ کا ایجنٹ ہے۔''

اس نے خاموش ہو کر پھر شراب کی بوتل کی طرف دیکھنا شروع کیا۔

''اور تمہاری بھی اصل حیثیت ایک جاسوس کی ہے۔ کلچرل سیکریٹری کی نہیں......!''

''کچھ بھی ہو کرنل فریدی! تمہارا ملک اصولاً ہمارے ہی کیمپ سے متعلق ہے۔''

''یہ سب کچھ سیاستدان جانیں!'' فریدی نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دیتے ہوئے کہا۔ ''میرا کام صرف قانون کی حفاظت کرنا ہے......!''

''میں نے کب کہا ہے کہ تم ایسا مت کرو......!''

''ولی جاہ کے بارے میں سب کچھ بتا دینے میں تم دیر لگا رہے ہو!''

''میں بتا رہا ہوں...... جیسے ہی وہ مجھے یہاں نظر آیا تھا میں نے اُسے مار ڈالنے کی

کوشش کی تھی......!''

''میرا خیال ہے کہ پہلے تم اُسے نظر آئے تھے۔ لیکن اس نے تمہیں مار ڈالنے کی کوشش نہیں کی تھی! یہ فلم اسی بات کا ثبوت ہے۔ کیا تم بتا سکو گے کہ اس نے تمہیں مار ڈالنے کی کوشش کیوں نہیں کی......!''

اسٹیفن کے ہونٹ ہلے لیکن پھر سختی سے ایک دوسرے پر جم گئے! ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے بے ساختہ طور پر نکل جانے والے کسی جملے کو اس نے روکا ہو......!

فریدی اُسے جواب طلب نظروں سے دیکھتا رہا۔

''میں تمہیں تفصیل سے بتانے کی کوشش کروں گا!''

''چلو تفصیل ہی سے بتاؤ......!'' فریدی نے ٹھنڈی سانس لی۔

''وہ اعلیٰ درجے کا ہپناٹسٹ ہے۔'' اسٹیفن نے جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکال کر ایک سگریٹ منتخب کرتے ہوئے کہا۔ ''جہاں بھی جاتا ہے خوابوں کے بیوپاری کی حیثیت سے اپنی پبلسٹی کرتا ہے اور سرکاری حلقوں میں خاص طور پر متعارف ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ میں تمہیں مغربی جرمنی کا ایک واقعہ سناؤں۔ کئی سال پہلے کی بات ہے۔ وہ وہاں ایک پیشہ ور ہپناٹسٹ کی حیثیت سے پریکٹس کرتا تھا۔ بہتیرے لوگ محض تفریحاً اس کے پاس خواب دیکھنے آیا کرتے تھے۔ ایک دن ایک بڑا سرکاری آفیسر بھی اس کے پاس جا پہنچا وہ کچھ بہت ہی اہم کاغذات کہیں رکھ کر بھول گیا تھا۔ ولی جاہ نے اسے خواب میں وہ جگہ بتا دی جہاں کاغذات رکھے ہوئے تھے۔ بس پھر کیا تھا بہت ہی اعلیٰ حلقوں میں وہ متعارف ہو گیا اور اس کے بعد جانتے ہو کیا ہوا......!''

وہ خاموش ہو کر فریدی کی طرف دیکھتا ہوا سگریٹ سلگانے لگا۔

فریدی کچھ نہ بولا۔ سگریٹ سلگا کر کش لیتے ہوئے اسٹیفن نے اس طرح آنکھیں سکوڑیں جیسے حافظے پر زور دے رہا ہو......!

''اُس نے بہت بڑے بڑے سرکاری راز اڑائے۔'' اسٹیفن بالآخر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ''تم جانتے ہی ہو گے کہ آدمی ٹرانس میں آ جانے کے بعد ہر طرح ہپناٹسٹ کے قبضے میں ہوتا ہے بحالت خواب ہپناٹسٹ کے سوالوں کے بالکل درست جواب دیتا ہے!

اس طرح ولی جاہ نے اہم ترین راز اہم ترین شخصیتوں سے معلوم کیے اور انھیں مخالف کیمپ تک پہنچا دیا جس کا وہ ایجنٹ ہے!''

''میں بالکل سمجھ گیا!'' فریدی نے طویل سانس لے کر کہا۔ ''لیکن یہ تو تم اس کے طریق کار کے بارے میں بتا رہے ہو...... میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ وہ یہاں کیا کر رہا ہے...... اور وہ تم کسی ممنوعہ علاقے میں کیوں داخل ہوئے اور ایسا کرنے پر اس کے آدمیوں نے تمہاری تصاویر کیوں لیں......!''

''مجھے پھر شراب کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے!''

''اب نہیں......!'' فریدی مسکرایا۔

''کیوں......؟'' اسٹیفن بھی مسکرا کر بولا۔ ''اب اتنے غیر متواضع کیوں ہو گئے ...!''

''میں محسوس کر رہا ہوں کہ اس گلاس کے بعد تم زیادہ نشہ ہو جانے کی ایکٹنگ شروع کر دو گے اور کام کی بات جہاں تہاں رہ جائے گی!''

''بہت چالاک ہو......!'' وہ بھرّائی ہوئی آواز میں بولا۔

چند لمحے خاموش رہ کر اس نے پوچھا۔ ''کیا تم جانتے ہو کہ ممنوعہ علاقہ کون سا ہے!''

''میں ابھی فیصلہ نہیں کر سکا۔'' فریدی نے جواب دیا۔

''اب اگر یہاں میں تمہیں بہکا دوں تو......!'' اسٹیفن انگلی اٹھا کر ہنسا لیکن اس کی یہ ہنسی بے جان اور کھوکھلی تھی......!

''تم مجھے نہیں بہکا سکتے......!''

''وہ کس طرح......!''

''جس بورڈ پر ''ممنوعہ علاقہ'' لکھا ہوا ہے۔ وہ مخصوص ساخت کا ہے۔ مجھے صرف یہ دیکھنا پڑے گا کہ اس ساخت کے بورڈ کس علاقے میں استعمال کیے گئے ہیں......!''

وہ بے بسی سے اسے دیکھتا رہا۔

کئی منٹ گزر گئے۔ اسٹیفن کسی گہری سوچ میں معلوم ہوتا تھا آخر کار وہ سر اٹھا کر بولا۔

''میں اپنی شکست اس شرط پر تسلیم کر سکتا ہوں کہ تم اس معاملے کو آگے نہ بڑھاؤ...... مطلب یہ کہ میرے معاملے کو......!''

''میں نہیں سمجھا......!''

''میں یہاں سے ناپسندیدہ فرد قرار دے کر نہ نکالا جاؤں۔خود ہی چلا جاؤں گا......!''

''میں سمجھتا ہوں، اس طرح تم کسی دوسری جگہ کام کرنے کے قابل نہ رہو گے کوئی ملک تمہارا وجود برداشت نہ کر سکے گا......!''

اسٹیفن نے پر تفکر انداز میں اپنے سر کو اثباتی جنبش دی۔

''اچھی بات ہے اسٹیفن...... یہ میرا وعدہ ہے کہ تمہیں یہاں سے بے داغ نکل جانے دوں گا......!''

''ویجاہ......لڑکال جنگل کی اس جھیل میں دلچسپی لے رہا ہے جو جیراللہ شاستری کی زمین دوز دنیا تباہ ہونے سے وجود میں آئی تھی......!''

''اُوہ......!'' کرسی کے ہتھوں پر فریدی کے پنجے سختی سے جم گئے اور چند لمحوں کے بعد بولا۔''اب یاد آیا اس ساخت کے بورڈ اُسی ''ممنوعہ علاقے'' میں لگائے گئے تھے......!''

''اس کی پارٹی وہاں کسی چیز کی تلاش میں ہے!''

''اور تم خود بھی......!'' فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

''ہاں...... میں بھی......تلاش کی پہل میری ہی پارٹی نے کی تھی۔ پھر وہ پتہ نہیں کہاں سے آ کودا......!''

''اس فلم کا یہی مطلب ہو سکتا ہے کہ وہ تمہاری تلاش وجستجو سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے!''

''میں بھی اب یہی سوچنے پر مجبور ہوں!''

''تمہیں کس چیز کی تلاش تھی اسٹیفن......!''

''یہ میں نہیں بتاؤں گا......!''

''اسٹیفن اب اس بات پر نہ اڑو...... ورنہ ہو سکتا ہے تمہارے مخالف کیمپ کو فائدہ پہنچ جائے۔تم خود کیا کر سکتے ہو یہ تو میں نے دیکھ ہی لیا۔''

اسٹیفن کے چہرے پر اندرونی کشمکش کے آثار تھے......!

آنکھوں کی جنگ

حمید اور گونگا بہرہ محافظ وہیں بیٹھے رہے تھے اور سورج چڑھ آیا تھا۔ دفعتاً محافظ نے حمید کو وہاں سے اٹھنے کا اشارہ کیا۔

حمید سوچ رہا تھا کہ یہاں ان لوگوں کے پاس غوطہ خوری کے لباس بھی موجود ہیں اگر ایک سوٹ بھی ہاتھ آ جائے تو کیا کہنا۔ یہ تو اسے معلوم ہی ہو چکا تھا کہ وہ لڑکال جنگل میں ہے۔!

محافظ اسے لے کر ایک غار میں داخل ہوا۔ اس نے ٹارچ روشن کر لی تھی، یہاں دن کی روشنی میں بھی گہرا اندھیرا تھا۔ غیر مسطح اور ناہموار راستہ جلد ہی ختم ہو گیا اور وہ ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جسے کمرہ ہی کہا جا سکتا ہے......!

اسے جیرالڈ شاستری کی زیر زمین دنیا کی عمارت یاد آئی......تو کیا ان دھماکوں نے عمارات کے کچھ حصوں کو توڑے پھوڑے بغیر کسی قدر اوپر پہنچا دیا تھا۔

جس کمرے میں وہ داخل ہوئے تھے وہاں کار بائیڈ کے چراغ روشن تھے! لیکن کوئی کھڑکی یا دروازہ نہ ہونے کے باوجود بھی گھٹن کا احساس نہیں ہوتا تھا......!

فرش پر کئی خالی بستر پڑے ہوئے تھے......!

حمید ایک پر نیم دراز ہو گیا۔ ذہن پر عجیب سا سناٹا طاری تھا۔ پھر وہ نہایت اطمینان سے نہ صرف لیٹ گیا تھا بلکہ اس کی آنکھ بھی لگ گئی تھی......!

دوپہر کے کھانے کے لیے اسے باقاعدہ طور پر جگایا تھا لیکن جگانے والا کوئی محافظ نہیں بلکہ ولی جاہ خود تھا۔

''ناشتے کے بعد ہی تم قیلولہ شروع کر دیتے ہو!'' اس نے پوچھا۔

''نہیں......ایک قیلولہ مجھ پر ڈیو تھا۔ میں نے سوچا موقع اچھا ہے میرا باس چونکہ قیلولے کا قائل نہیں ہے اس لیے کبھی کبھار چھپ کر ہی کرنا پڑتا ہے......!''

دو سیاہ فام آدمی کھانے کے خوان اٹھائے وہیں لائے تھے اور ان دونوں نے ایک بستر

ہی پر بیٹھ کر کھانا شروع کر دیا تھا......!

''وہ موٹا آدمی کون تھا؟'' ولی جاہ نے پوچھا۔

''موٹا......!'' حمید ہنس کر بولا۔''ہے ایک ڈیوٹ!''

''مالدار آدمی ہے......!''

''بہت زیادہ......! تمہاری سیکریٹری کے لیے بڑی دوڑ دھوپ کر رہا تھا......!'' حمید نے کہا اور مختصراً قاسم کی بوکھلاہٹوں کا تذکرہ کرتا رہا۔

''اگر میں تمہیں مار ڈالوں تو......!'' دفعتاً ولیجاہ نے سوال کیا۔

''یہ اب پوچھ رہے ہو۔ پہلے ہی مار ڈالا ہوتا۔ خیر اب مجھے ایک گلاس پانی پی لینے دو!''

''نہیں میں سنجیدگی سے کہہ رہا ہوں!''

حمید نے پانی کا گلاس ختم کر کے ڈکار کے ساتھ ''الحمد للہ'' کہتے ہوئے اس سے کہا۔

''اب مار ڈالو......!''

ولی جاہ اُسے تیکھی نظروں سے دیکھتا رہا......پھر ہنس پڑا۔

''ہنس ہنس کر مارو چاہے رو رو کر...... مجھے تو بہر حال مرنا ہے!''

''کیوں؟ تم مرنا کیوں چاہتے ہو......!''

''اس لیے کہ میرا تمباکو ختم ہو گیا ہے۔ پرنس ہنری کے علاوہ اور کوئی تمباکو نہیں پیتا۔''

''میں تمہیں بہت عمدہ سگریٹ پلا سکتا ہوں۔ تم پسند کرو گے۔ تمباکو میں خود تیار کرتا ہوں اور سگریٹ بھی خود ہی بناتا ہوں......''

''نکالو......میرا سر گھوم رہا ہے......!''

سونے کا خوبصورت سگریٹ کیس جیب سے نکال کر حمید کی طرف بڑھا دیا گیا۔ سگریٹ بڑے سلیقے سے بنائے گئے تھے لیکن ان پر ٹریڈ مارک نہیں تھا۔ حمید نے ایک سلگایا۔ دو تین کش لیے اور بولا۔''واقعی نفیس ہیں'' ولی جاہ بھی کھانا ختم کر چکا تھا۔ اُس نے سیاہ فام آدمیوں کو اشارہ کیا......وہ برتن اٹھائے گئے!

''حمید کش پر کش لیتا اور تمباکو کی تعریفیں کرتا رہا......سگریٹ ختم کر کے وہ لیٹ گیا۔''

''کیا ہوا......کیا بات ہے؟'' ولی جاہ نے پوچھا۔

''سر چکرا گیا ہے......!''

''تمہیں اتنے گہرے کش نہ لینے چاہئیں تھے!''

''ابھی ٹھیک ہو جاؤں گا......!''

''لیکن تمہیں تو نیند آ رہی ہے......!''

''ہاں...... ہاں...... مجھے...... نیند...... آ رہی ہے......!''

''گہری نیند آ رہی ہے......!''

''گہری نیند آ رہی ہے!'' حمید نے آنکھیں کھولے بغیر اس کے الفاظ دہرائے......!

''لیکن تم گہری نیند کے باوجود میرے سوالات کے جواب دو گے!''

''میں سوالات کے جواب دوں گا......!''

''کیا تم بالکل سو گئے......!''

''میں بالکل سو گیا ہوں......!''

ولی جاہ نے اسکی پیشانی پر کئی بار زور زور سے انگلی ماری لیکن حمید کی آنکھیں نہ کھلیں۔

''کیپٹن حمید......!'' اس نے بھاری آواز میں کہا۔ ''تم میری آواز سن رہے ہو......!''

''ہاں میں سن رہا ہوں......!''

''تم نے وہ نقلی پستول جھاڑیوں میں پھینکا تھا۔''

''نہیں......!''

''پھر وہ کہاں ہے؟''

''میں نے کرنل فریدی کو دے دیا تھا......''

''اس نے تم سے اس کے متعلق کیا گفتگو کی!''

''یہی کہ میں نے وہ پستول اس تک پہنچا کر ایک بڑا کارنامہ انجام دیا ہے......!''

''کیا تمہیں اس جواب پر حیرت نہیں ہوئی تھی!''

''ہوئی تھی لیکن انھوں نے میری حیرت رفع نہیں کی۔ میرے لیے وہ اب بھی ایک ٹوائے پسٹل ہے!''

''کیپٹن حمید! اگر تمہاری زندگی خطرے میں ہو تو فریدی کیا کرے گا۔''

''آگ کے سمندر میں بھی چھلانگ لگا دیں گے......!''

''کیا تمہاری گردن پر خنجر رکھ کر اس سے کوئی بات منوائی جاسکتی ہے!''

''اگر وہ اصولاً اسے غلط سمجھیں گے تو انھیں اس کی پرواہ نہیں ہوگی! تم میری گردن پر خنجر رکھ کر ان سے کوئی غلط کام نہیں لے سکتے!''

''میں نے اسے دھمکی دی ہے کہ اگر پستول کا راز اس سے آگے بڑھا تو میں تمہیں قتل کردوں گا......اس دھمکی کا اس پر کیا اثر ہوگا۔''

''پستول کا راز ان سے آگے نہیں بڑھے گا......!''

''تمہیں یقین ہے؟''

''ہاں مجھے یقین ہے......وہ تنہا تمہاری تلاش میں نکل پڑیں گے!''

ولی جاہ نے قہقہہ لگایا......اور بولا۔''اچھا اب تم آرام سے سوتے رہو......!''

حمید بدستور گہری گہری سانسیں لیتا رہا......اس کا چہرہ پر سکون تھا۔

لڑکال جنگل کے محافظوں کی پہلی چوکی پر دو ایسے شکاری پکڑ کر لائے گئے تھے جن کے پاس نہ تو بندوقوں کے لائیسنس تھے اور نہ شکار کھیلنے کا اجازت نامہ! ان میں سے ایک قوی ہیکل بوڑھا تھا اور دوسرا جوان آدمی۔ بوڑھے کے سر اور ڈاڑھی کے بال برف کی طرح سفید تھے لیکن چہرے کی جلد پر کہیں ہلکی سی شکن بھی نہیں تھی۔ آنکھیں انگاروں کی طرح دہک رہی تھیں۔ ایسا توانا بوڑھا شاذونادر ہی دیکھا گیا ہوگا۔ جوان آدمی گستاخ اور منہ پھٹ معلوم ہوتا تھا۔ بوڑھے کے دبانے کے باوجود بھی چوکی کے انچارج سے ٹرائے جا رہا تھا......!

''تم نہیں جانتے ہم کون ہیں!'' وہ آنکھیں نکال نکال کر کہہ رہا تھا۔''کیا سمجھتے ہو خود کو دو ٹکے کے آدمی۔ ہمارے لائسنس اور پرمٹ ہمارے کیمپ میں رہ گئے! تم ہمیں نہیں روک سکتے......!''

''میں کچھ نہیں جانتا......!'' انچارج غرّایا۔ ''تم لوگ یہاں سے ہل نہیں سکتے......!''

اتنے میں اس کے اسسٹنٹ نے اسے اشارے سے ایک طرف بلا کر سرگوشی کی!

''صاحب احتیاط سے کام لیجئے! مجھے تو یہ ڈاکو معلوم ہوتے ہیں اس وقت چوکی میں صرف ہم دونوں ہیں......انہیں دلاسہ دے کر کچھ دیر یہی روکے رکھنے کی کوشش کیجئے۔ مسلح گارڈ آنے ہی والے ہونگے......پھر دیکھ لیں گے......!''

''تم ٹھیک کہتے ہو......!'' انچارج بولا اور پھر ان دونوں کی طرف پلٹ آیا۔

''دیکھئے جناب!'' اس نے کچھ دیر بعد بوڑھے سے نرم لہجے میں کہا۔

''ہم مجبور ہیں یہ ہمارا فرض ہے!''

''کوئی بات نہیں......کوئی بات نہیں......!'' بوڑھے نے سر ہلا کر کہا۔ ''ہوسکتا ہے کچھ دیر بعد ہماری پارٹی کے لوگ ادھر آنکلیں......!''

''کیا مطلب؟'' انچارج اچھل پڑا۔

''آپ گھبرا کیوں گئے!'' نوجوان مضحکہ اڑانے والے انداز میں ہنسا۔

''کچھ نہیں......کوئی بات نہیں! ہوسکتا ہے آپ ٹھیک کہتے ہوں۔ اچھی ہی بات ہے کہ آپ یہاں کچھ دیر ستالیں......!''

نوجوان ہنسنے لگا اور بوڑھے نے غصیلے لہجے میں اُسے خاموش رہنے کی تاکید کی......!

انچارج اور اس کا نائب دونوں ہی بڑے غیر مطمئن سے نظر آرہے تھے! ہر چند کہ ان دونوں کے ہولسٹروں میں ریوالور موجود تھے! لیکن پھر بھی انھیں مزید مسلح آدمیوں کا انتظار تھا! ان دونوں کی بندوقوں پر تو وہ پہلے ہی قبضہ کر چکے تھے! دفعتاً اسسٹنٹ کو خیال آیا کہ اس نے ان دونوں کی جامہ تلاشی ابھی تک نہیں لی۔ آہستہ سے اس نے یہ بات انچارج کے کان میں کہی اور انچارج نے بڑے نروس انداز میں بوڑھے کی طرف دیکھا اور پھر ہولسٹر سے ریوالور نکال کر ان دونوں کی طرف اٹھاتا ہوا بولا۔ ''آپ دونوں جامہ تلاشی کیلئے تیار ہو جائیں..!''

''حد ہوگئی......'' نوجوان آدمی پیر پٹخ کر بولا۔ ''انھیں یہ فرض بھی ادا کرنے دو!''

سب سے پہلے اسسٹنٹ نوجوان آدمی کی طرف بڑھا۔

انچارج ریوالور تانے ہوئے آگے بڑھ آیا تھا۔ دفعتاً بوڑھے نے نہ صرف اس کے

ریوالور پر ہاتھ ڈال دیا بلکہ بائیں ہاتھ سے پڑنے والا گھونسہ اسے سامنے والی دیوار تک دھکیل لے گیا۔

''آواز نہ نکلے!'' بوڑھا غرایا۔ اور اسسٹنٹ سے بولا۔ ''تم بھی دیوار سے لگ کر کھڑے ہو جاؤ......!''

وہ دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے دیوار سے جا لگے۔ بوڑھے نے نوجوان سے کہا۔ ''اپنی بندوقیں اٹھاؤ اور اس کھڑکی سے نکل جاؤ......تم جانتے ہو کہ تمہیں کہاں پہنچنا ہے!''

''ڈاکو...... ڈاکو......!'' ان دونوں کی زبانوں سے بہ یک وقت نکلا۔ نوجوان آدمی بوڑھے کی ہدایت پر عمل کرتا ہوا کھڑکی سے دوسری طرف کود گیا۔ بوڑھے نے ان دونوں سے کہا۔ ''میرے جانے کے بعد یہاں کوئی ہنگامہ نہ ہونے پائے ورنہ......!''

''تم ڈاکو ہو......!'' انچارج چیخا۔

''خاموش......! ورنہ گولی کھوپڑی میں اتر جائے گی!'' وہ الٹے پیروں کھڑکی کی طرف ہٹتا ہوا بولا۔ ٹھیک اسی وقت باہر کسی گاڑی کے رکنے کی آواز آئی اور وہ دونوں چیخنے لگے......دو فائر ہوئے......اور بوڑھے نے کھڑکی سے باہر چھلانگ لگا دی......!

انچارج اور اسسٹنٹ دونوں ایک دوسرے پر گر گئے تھے!

بھاری قدموں کی آوازیں باہر سے آئیں۔ شاید کچھ لوگ دوڑتے ہوئے ادھر آ رہے تھے۔ انچارج اور اس کا نائب اٹھنے کی کوشش کر رہے تھے! دفعتاً تین مسلح گارڈ اندر گھس آئے اور اُن دونوں کو فرش سے اٹھایا......!

''ادھر......'' انچارج......کھڑکی کی طرف ہاتھ اٹھا کر چیخا۔ ''مفرور۔ ڈاکو......!''

گارڈ کھڑکی کی طرف جھپٹے......سامنے والی جھاڑیوں سے پھر ایک فائر ہوا......اور وہ تینوں گارڈ جلدی سے بیٹھ گئے!

''باہر نکل کر گھیرو......دو آدمی ہیں......ایک میرا ریوالور لے گیا۔'' انچارج چیخنے لگا۔

پھر تھوڑی ہی دیر میں وہاں خاصا ہنگامہ برپا ہو گیا۔ دوسری چوکیوں سے ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کر کے انھیں اطلاع دی گئی اور دس منٹ کے اندر اندر وہاں چالیس عدد مسلح گارڈ اکٹھا ہو گئے! انچارج اور اس کے نائب کو بہت دیر بعد یقین ہو سکا تھا کہ وہ نہ صرف

زندہ ہیں بلکہ زخمی تک نہیں ہوئے!

حمید سو کر اٹھا تو تازہ دم تھا اور اُسے قطعی یاد نہیں تھا کہ اُسے نیند کس طرح آئی تھی!

کمرے میں کاربائیڈ لیمپ بدستور روشن تھا۔ بستر چھوڑ کر وہ نکاسی کے راستے کی طرف بڑھا۔لیکن دو سیاہ فام آدمیوں نے اسے کمرے سے نہ نکلنے دیا۔حمید نے وجہ پوچھی تو جواب بھی نہ ملا۔

اس کے بعد وہ بستر کی طرف پلٹ آیا تھا۔گھڑی دیکھی...... پانچ بجے تھے......!

''چائے کا وقت ہے......!'' وہ ان دونوں پہرہ داروں کی طرف ہاتھ اٹھا کر چیخا۔

وہ بت بنے کھڑے رہے۔حمید سوچ رہا تھا آخر انہیں اب کیا خدشہ ہے...... تیر کر یہ جھیل پار نہیں کی جا سکتی......غیر مسلح بھی ہوں، پھر اتنی کڑی نگرانی کی کیا ضرورت ہے......!

آہستہ آہستہ اسے سونے سے قبل کی باتیں یاد آنے لگیں۔ ولی جاہ نے بتایا تھا کہ اس نے اس کے سلسلے میں فریدی کو دھمکی دی تھی۔ وہ فریدی کی فطرت سے اچھی طرح واقف تھا۔ اس دھمکی کے باوجود اگر اسے علم ہو جائے تو وہ تنہا ہی لڑکال جنگل میں گھس پڑے گا۔لیکن سوال تو یہ ہے کہ اسے علم کیونکر ہو گا۔ جبکہ خود اسے علم نہیں تھا کہ وہ تارجام کے اس مکان سے یہاں تک کیسے پہنچا تھا اور.....دفعتاً پشت سے کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی اور وہ چونک کر مڑا۔

عالیہ نریمان دروازے میں کھڑی اُسے گھورے جا رہی تھی۔

''خالی ہاتھ آئی ہو......!'' حمید مسکرا کر بولا۔''شام کی چائے بھی مچھلیوں کے لیے ضروری ہے۔''

لیکن وہ اسے پہلے ہی کے سے انداز میں خاموشی سے گھورتی رہی۔ بے حد سنجیدہ نظر آ رہی تھی!

''اُدھر فریدی نے ان اطراف میں قدم رکھا اور ادھر تمہیں گولی مار دی جائے گی!'' اس نے کچھ دیر بعد سخت لہجے میں کہا۔

''کاش فریدی کو علم ہوتا......!'' حمید نے ٹھنڈی سانس لی۔

''کس بات کا علم ہوتا۔'' اس نے تلخ لہجے میں سوال کیا۔

''یہی کہ میں یہاں سے واپس نہیں جانا چاہتا......!''

''ہونہہ......ہم میں کوئی بھی جیرالڈ شاستری کی طرح احمق نہیں ہے......!''

''میں یہاں سے اس لیے واپس نہیں جانا چاہتا کہ......''

''بس......!'' وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔''آج دوپہر دو ڈاکو ان جنگلوں میں گھس آئے تھے! مسلح گارڈ انھیں تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ کیا خیال ہے تمہارا......؟'' وہ پلکیں جھپکائے بغیر براہ راست حمید کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی......!

''گھس آئے ہوں گے!'' حمید نے لاپرواہی سے کہا۔

''کیا یہ تمہارا باس نہیں ہو سکتا۔''

''میرا باس ڈاکو نہیں ہے۔'' حمید نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

وہ زہریلی سی ہنسی کے بعد بولی''لیکن پوز یہی کرنا چاہتا ہے تاکہ ہم مطمئن بیٹھے رہیں اور وہ اچانک ہم پر ٹوٹ پڑے......!''

اتنے میں پھر قدموں کی چاپ سنائی دی اور ولی جاہ داخل ہوا۔

''کیا خبر ہے!'' اس نے عالیہ سے پوچھا۔

''کچھ بھی نہیں...... میں زندگی بھر شرمندہ رہوں گی۔ میں نے پستول ٹیکسی ڈرائیور کو کیوں دیا تھا۔ اور یہ اسی شخص کی بدولت ہوا تھا۔ اب میں اُسے زندہ نہیں دیکھنا چاہتی......''

''اُوہ...... کچھ بھی نہیں...... اُسے بھول جاؤ!'' ولی جاہ لاپرواہی سے بولا۔''مجھے اطلاع ملی ہے کہ فریدی چار بجے شام تک سنگ سنگ بار میں دیکھا گیا ہے۔ اور ڈاکوؤں والا ہنگامہ صبح دس بجے برپا ہوا تھا اس وقت سے اب تک مسلح محافظ انھیں ڈھونڈتے پھر رہتے ہیں تھوڑے وقفے سے فائروں کی آوازیں آتی ہیں۔''

''کچھ بھی ہو...... یہ شخص......!''

''یہ شخص میرے لیے کام کرے گا۔ کیوں دوست!'' ولی جاہ حمید کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

''تم مجھ سے کیا کام لینا چاہتے ہو!''

''باورچیوں کی مدد کرو۔ وہ کہتے ہیں کہ انھیں کوئی پڑھا لکھا اور ذہین آدمی چاہئے...!''

''میں کہتی ہوں اُسے زندہ رکھنا ٹھیک نہیں!''

''میں اسے ٹھیک کرلوں گا......!''

''تم جانو......!'' عالیہ نے برا سا منہ بنا کر کہا اور وہاں سے چلی گئی!

ولی جاہ نے حمید کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

''میں نہیں سمجھ سکتا کہ مس نریمان مجھ سے اچانک ناراض کیوں ہو گئیں'' حمید بیٹھتا ہوا بولا۔

''کوئی خاص بات نہیں وہ تم دونوں کی شہرت سن چکی ہے۔''

''لیکن میں تو بے بس ہوں۔'' حمید نے کہا اور تھوڑی دیر تک خاموش رہ کر بولا۔

''ڈاکوؤں کا کیا قصہ ہے......!''

''شاید کچھ مفرور مجرموں نے جنگل میں پناہ لی ہے۔ اکثر آجاتے ہیں۔ اور میں انھیں پکڑ کر مزدور بنا دیتا ہوں......وہ یہاں سکون سے میرے لیے کام کرتے ہیں اور ان کا مستقبل محفوظ ہو جاتا ہے......!''

''تم لوگ یہاں کیا کر رہے ہو......!''

''جیرالڈ نے زیرِ زمین دنیا تعمیر کی تھی......میں پانی میں شہر بسا رہا ہوں۔''

حمید نے بے اعتباری سے اس کی طرف دیکھا! اور وہ ہنستے لگا ہنسنے کے انداز سے پتہ چلانا مشکل تھا وہ اس کی کم عقلی پر ہنسا یا فخریہ طور پر۔

حمید کے اندازے کے مطابق اس جزیرے میں یہ اس کا دسواں دن تھا۔ اور اسے سچ مچ باورچیوں کی مدد کرنی پڑتی تھی۔ ولی جاہ بھانت بھانت کے کھانے تیار کراتا تھا۔

دنیا کا شاید ہی کوئی ملک بچا ہو جس کے مخصوص کھانے وہاں نہ تیار کیے جاتے ہوں اس کے لیے کتابوں سے مدد لینی پڑتی تھی۔ لیکن باورچی ناخواندہ تھے......!

حمید دن بھر معمولی آدمیوں کی طرح باورچیوں سے مغز پچی کرتا رہتا لیکن کھانا اسے ولی

جاہ ہی کے ساتھ کھانا پڑتا تھا۔ کبھی کبھی عالیہ بھی ان کے ساتھ ہوتی......!

اس وقت وہ دوپہر کا کھانا کھا رہے تھے! ولی جاہ کے چہرے پر فکرمندی کے آثار تھے! عالیہ نے کچھ دیر بعد اسے ٹوکا۔

''ہاں میں فکرمند ہوں۔'' ولی جاہ نے طویل سانس لے کر کہا۔ ''آج کل کے حالات میری سمجھ میں نہیں آرہے......!''

''کیسے حالات؟''

''اسٹیفن بروس یہاں سے انڈونیشیا بھیج دیا گیا! حالانکہ یہ سمجھ میں آنے والی بات نہیں......اس سے کیا نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے!''

اسٹیفن بروس کے نام پر حمید کے کان کھڑے ہوئے لیکن اس نے اپنے چہرے سے کچھ نہ ظاہر ہونے دیا......!

''یقیناً یہ الجھن کی بات ہے!'' عالیہ بولی اور اس نے گھور کر حمید کی طرف دیکھا۔

''اس طرح مت گھورو......میں بھی الجھن میں پڑ گیا ہوں!''

''کیوں......؟''

اس دن ایگل بیچ پر ان دونوں کو چھڑانے کے لیے اسٹیفن بروس پولیس آفیسروں کے ساتھ آیا تھا......!''

''وہ ہمارا دشمن ہے!'' ولی جاہ بولا۔

''تب پھر اس میں پریشانی کی کیا بات ہے اگر وہ یہاں سے کہیں اور بھیج دیا گیا ہے۔''

''یہ اسی صورت میں ممکن ہو سکتا ہے جب ایسا کرنے کے لیے یہاں کی حکومت کا دباؤ پڑے اور یہاں کی حکومت اسی صورت میں دباؤ ڈال سکتی ہے جب اسے اس کی مصروفیات کا علم ہو جائے!''

''ارے تو تم اپنا معدہ کیوں خراب کر رہے ہو۔ بھگتنے دو اُسے اور ہماری حکومت کو...!''

''کیپٹن حمید میں سنجیدہ ہوں۔ فریدی نے میری دھمکی کی پرواہ نہیں کی اس نے یقینی طور پر اسٹیفن بروس کو چھیڑا ہے!''

''مجھے چین سے کھا لینے دو......میں اپنا معدہ چوپٹ کرنا نہیں چاہتا......!''

''کیپٹن حمید اگر تمہاری وجہ سے ڈھنگ کا کھانا نہ مل رہا ہوتا تو میں تمہیں مار ڈالتا...... یقین کرو......!''

''مسٹر ولی جاہ......اگر فریدی کو یقین ہو گیا کہ تم ہمارے ملک کے مفاد کے خلاف کچھ کر رہے ہو تو ہزاروں کیپٹن حمید قربان کر کے بھی تمہاری گردن آدبوچے گا......!''

''مجھے غصہ نہیں آسکتا۔ بہت ٹھنڈا دماغ رکھتا ہوں ویسے مار ڈالنا میرے لیے کوئی بڑی بات نہیں۔ فی الحال تم میری زبان کے چٹخارے کے لیے مفید ہو اس لیے زندہ رہو گے!''

''ان دونوں ڈاکوؤں کا کیا ہوا۔ ہاتھ لگے تمہارے......'' حمید نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

''ایک ملا ہے......دوسرا نہیں مل سکا......وہ کہتا ہے کہ اسکے باپ کے گولی لگی تھی...... اور محافظوں کی ایک ٹولی اس کے پیچھے ہے۔ وہ پیشہ ور ڈاکو نہیں......انھوں نے خاندانی جھگڑوں کی بناء پر تین قتل کیے تھے! پولیس ان کے پیچھے تھی!''

''میرا خیال ہے کہ تمہارے آدمی بھی جنگلوں کی خاصی کڑی نگرانی کر رہے ہیں۔!'' حمید بولا۔

''ہم پوری طرح تیار رہتے ہیں۔ ہر وقت...... ہر طرح کے حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے......اب اپنے باس کی بے چارگی ملاحظہ کرو......تارجام کے چکر کاٹ رہا ہے! پروفیسر شا اور اس کے مینڈکوں کے پیچھے پڑ گیا ہے۔ بے چارہ سمجھتا ہے کہ وہ ہونق بھی میری ہی پارٹی سے تعلق رکھتا ہے!''

''تم اس حد تک واقف ہو میرے باس کی مصروفیات سے!''

ولی جاہ جواب میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ایک سیاہ فام محافظ گھبرایا ہوا اندر داخل ہوا......اور ولی جاہ سے جلد جلد کچھ کہنے لگا۔ اس کی زبان حمید کی سمجھ میں نہ آسکی۔

عالیہ اور ولی جاہ دونوں پہلے ہی کھانا چھوڑ کر اٹھ گئے تھے!

ولی جاہ نے حمید سے کہا۔ ''اگر تم نے یہاں سے ہلنے کی بھی کوشش کی تو تمہارے پرخچے اڑ جائیں گے......!''

پھر وہ سب بڑی تیزی سے وہاں سے چلے گئے تھے!

حمید دسترخوان پر تنہا رہ گیا......دسترخوان سے اٹھ بھی نہ سکا! وہ سوچ رہا تھا کہ کہیں

اس کمرے میں بھی ڈائنامائٹ نہ موجود ہو......وہ خاموش بیٹھا رہا......!

تھوڑی دیر بعد ایک شکستہ حال آدمی کمرے میں داخل ہوا اور حمید اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ وہ اس کے قریب آ کر آہستہ سے بولا۔ ''وہ سب غوطہ خوری کے لباس میں تھے اور پانی میں کود گئے! تم محتاط رہنا...... میں مقصود ہوں!''

اتنا کہہ کر وہ تیزی سے دوڑتا ہوا پھر باہر نکل گیا۔ حمید جہاں تھا وہیں بیٹھا رہ گیا۔ پتہ نہیں کس قسم کا کھیل شروع ہوا تھا...... معلوم نہیں وہ کس قسم کی احتیاط کی تاکید کر گیا تھا۔ لیکن تھا بہرحال جلدی میں۔

اچھی بات ہے تو اس کے لیے احتیاط کا تقاضہ یہی ہو سکتا ہے کہ وہ ولی جاہ کی ہدایت پر عمل کرے۔ جہاں بیٹھا ہے وہیں بیٹھا رہے۔

جب سے اس کمرے میں قدم رکھا تھا دوبارہ آسمان دیکھنا نصیب نہیں ہوا تھا۔ غاروں کے اندر ہی اندر ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچا دیا جاتا۔ کسی کمرے میں باورچی خانہ تھا تو کسی میں کچھ لوگ مختلف قسم کے کام کرتے ہوئے نظر آتے اور یہ کاریگر سب کے سب مقامی لوگ تھے۔ حمید نے انھیں کبھی آپس میں گفتگو کرتے نہیں دیکھا تھا۔ مفلوک الحال اور ستم رسیدہ لوگ معلوم ہوتے تھے! ہو سکتا ہے غیر قانونی حرکتیں کر کے لڑکال جنگل میں پناہ لینے والے ہی رہے ہوں۔ ولی جاہ نے ایسے لوگوں کا تذکرہ بھی کیا تھا لیکن یہ مقصود کہاں سے آ گیا...... حمید اس کی شکستہ حالی اور بڑھے ہوئے شیو کی وجہ سے پہچان نہیں سکا تھا۔ ہو سکتا ہے میک اپ ہی میں رہا ہو!

ایک گھنٹہ گزر جانے کے بعد پھر کئی قدموں کی آوازیں سنائی دیں اور ولی جاہ دو سیاہ فام آدمیوں کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا۔

''اُوہ...... تم ابھی تک باورچی خانے میں نہیں گئے!'' اس نے حمید سے کہا۔

''تمہاری ہدایت کے مطابق میں یہاں سے ہلا بھی نہیں......!''

''باورچی خانے میں جاؤ......!'' ولی جاہ کا لہجہ تحکمانہ تھا۔

حمید نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا کیونکہ ابھی تک ولی جاہ اس سے دوستانہ ہی لہجے میں گفتگو کرتا رہا تھا......!

''کیا تم نے نہیں سنا!''

''جا رہا ہوں......!'' حمید اسے گھورتا ہوا اٹھ گیا! لیکن آج یہ نئی بات تھی کہ سیاہ فام گارڈ اس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ ورنہ اس سے پہلے وہ تنہا ہی کئی کمروں سے گزرتا ہوا باورچی خانے پہنچتا تھا۔

باورچی خانے میں بھی وہ اس پر مسلط رہا۔ اب حمید کا ذہن مقصود میں الجھ کر رہ گیا تھا۔ مقصود کی موجودگی کا مطلب تو یہی تھا کہ فریدی بھی یہاں موجود ہے! مقصود نے ولی جاہ کی تصویر دیکھی تھی! ہوسکتا ہے فریدی نے اسی بناء پر اسے ساتھ رکھا ہو......!

وہ اپنے کام میں لگا رہا۔ باورچیوں کو بھی شاید مسلّح آدمی کی موجودگی پر حیرت تھی! لیکن وہ خاموشی سے کام کرتے رہے۔ باورچیوں سے نپٹنے کے بعد جیسے ہی حمید اپنے کمرے میں جانے کے لیے مڑا۔ محافظ نے مضبوطی سے اس کا بازو پکڑ لیا۔ حمید اسے تیکھی نظروں سے دیکھ کر رہ گیا تھا۔ فوراً خیال آیا کہ اسے محتاط رہنے کی ہدایت ملی ہے......!

محافظ اسے کھینچتا ہوا ایک طرف لے چلا......لیکن یہ راستہ اس کمرے کی طرف نہیں جاتا تھا......! حمید خاموشی سے چلتا رہا۔ کوئی دوسرا موقعہ ہوتا تو اس سیاہ فام آدمی کا ایک آدھ دانت ضرور ٹوٹا ہوتا۔

حمید کو زیادہ دیر تک نہیں چلنا پڑا تھا۔ وہ ایک ایسے کمرے میں جا پہنچا جو دوسرے کمروں سے بڑا تھا۔ یہاں ولی جاہ، عالیہ نریمان کے علاوہ چھ سیاہ فام آدمی بھی موجود تھے!

''آیئے......آیئے......شہزادے صاحب!'' ولی جاہ نے اسے دیکھ کر طنزیہ لہجے میں کہا!

''میں نہیں سمجھ سکتا کہ تم اچانک بدل کیوں گئے ہو!'' حمید نے ولی جاہ کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

دفعتاً کمرے میں ایک آواز گونجی اور حمید چونک پڑا۔ یہ تو مقصود کی آواز تھی۔ وہی جملے تھے جو اس نے اس سے ولی جاہ کی عدم موجودگی میں کہے تھے!

''کیا خیال ہے؟'' ولی جاہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا غرایا۔

اور حمید کی نظر اُس ٹیپ ریکارڈر پر پڑی جس سے یہ آواز نکلی تھی غالباً یہ ٹیپ ریکارڈر اس سے قبل اسی کمرے میں کہیں پوشیدہ رہا تھا۔ جہاں مقصود سے ملاقات ہوئی تھی......!

حمید دم بخود رہا......!

''مقصود کون ہے؟'' ولی جاہ دہاڑا۔

''وہ کوئی بھی ہو لیکن مجھ پر اس کی ذمہ داری نہیں!''

ولی جاہ نے اسی سیاہ فام آدمی سے کچھ کہا جو حمید کو یہاں لایا تھا اور وہ اپنے سر کو جنبش دے کر وہاں سے چلا گیا!

''آج ایک موٹر بوٹ دکھائی دی تھی!'' ولی جاہ حمید کو کڑی نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔ ''جو اس جزیرے کا چکر کاٹ کر پھر واپس چلی گئی!''

''میں اس کے بارے میں کیا بتا سکتا ہوں!''

''ابھی تم سب کچھ اگل دو گے!'' عالیہ نریمان نے نفرت آمیز لہجے میں کہا۔

تھوڑی دیر بعد باورچیوں اور کاریگروں کی ایک فوج اندر داخل ہوئی اور ولی جاہ کڑک کر بولا۔ ''مقصود ان میں سے کون ہے؟''

حمید کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے اب کیا کرنا چاہئے! ان لوگوں میں وہ آدمی موجود تھا جس نے خود کو مقصود بتا کر حمید سے چند جملے کہے تھے لیکن حمید نے غور سے دیکھا تو محسوس کیا کہ وہ اپنی شکل سے بحیثیت مقصود نہیں پہچانا جا سکتا تھا لیکن آواز تو مقصود ہی کی تھی! غالباً وہ میک اپ میں تھا......!

''بتاؤ......!'' ولی جاہ دہاڑا۔

حمید نے مقصود کی آنکھوں میں بے چینی کے آثار محسوس کیے۔ ٹھیک اسی وقت تین آدمی غوطہ خوری کے سوٹ میں ملبوس اندر آئے اور ولی جاہ ان کی طرف متوجہ ہو گیا۔ ان کے چہرے ڈھکے ہوئے تھے صرف آنکھیں نظر آ رہی تھیں......ان میں سے ایک نے گیس ماسک چہرے سے ہٹا کر کہا۔

''کشتی پر جنگل کے محافظوں کی ایک ٹیم تھی! غالباً انھیں اس بوڑھے آدمی کی تلاش تھی جو اس کے ساتھ تھا......!'' اس نے مقصود کی طرف اشارہ کیا......!

''ان دونوں کو لے جا کر جھیل میں غرق کر دو......!'' ولی جاہ نے حمید کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''اگر تمہارا باس میری بات مان لیتا تو میں تمہیں زندہ رہنے دیتا۔''

''تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ میرے باس نے تمہاری بات نہیں مانی......!''

''یہ آدمی...... مقصود اس کا ثبوت ہے!'' ولی جاہ نے مقصود کی طرف دیکھ کر کہا۔ اسے کچھ دیر تک گھورتا رہا پھر سوال کیا۔ ''تمہارا بوڑھا باپ کون بنا تھا؟''

''کرنل فریدی!'' مقصود نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔

''ہوں......تو یہی بات تھی......!''

''بالکل یہی بات تھی......!'' مقصود بولا۔ ''اور اب تم مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ...!''

''اوہ...... لے جاؤ......انہیں......اور ڈبو دو......'' ولی جاہ غرایا۔

''ایک منٹ......!'' حمید ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''اس سے کیا فائدہ......اوہ مس نریمان تم کچھ نہیں بول رہیں۔ میں کہتا ہوں مجھے تو تم پال لو۔ زندگی بھر تمہارے پیچھے دُم ہلاتا پھروں گا...!''

''شٹ......اَپ......!''

دفعتاً ایک سیاہ فام آدمی دوڑتا ہوا اندر آیا......اور جلدی جلدی کچھ کہنے لگا......!

اس کے خاموش ہوتے ہی ولی جاہ ایک جانب جھپٹا تھا اور دیوار کے قریب کسی پوشیدہ میکنزم کو چھیڑا تھا۔

دیوار ایک جانب سرکتی چلی گئی اور اس طرح ظاہر ہونے والے خانے سے ولی جاہ غوطہ خوری کے لباس نکال نکال کر فرش پر ڈالنے لگا۔

اچانک اُن غوطہ خوروں میں سے ایک پیچھے ہٹا جو کچھ دیر پہلے یہاں آئے تھے......اور اس نے ریوالور نکال کر اپنا ماسک ہٹاتے ہوئے اونچی آواز میں کہا۔ ''ٹھہرو......!''

ولی جاہ چونک کر اسکی طرف مڑا اور جھلا کر بولا۔ ''روڈی کیا تیرا دماغ خراب ہو گیا ہے!''

''میں روڈی نہیں......کیپٹن حمید کا باس ہوں!'' سناٹے میں پر ہیبت آواز گونجی......

ایک پل کے لیے ایسا معلوم ہوا جیسے ان میں سے کوئی بھی زندہ نہ ہو......سناٹا......گہرا سناٹا......صرف پلکیں جھپک رہی تھیں اور سانسیں چل رہی تھیں......!

''حمید......!'' دفعتاً فریدی بولا۔ ''ملکی لوگوں کو باہر نکال دو!''

''تم اپنی جگہ سے جنبش بھی نہیں کرو گے!'' ولی جاہ نے ہاتھ اٹھائے ہوئے حمید کو گھور کر کہا۔ دونوں کی نظریں ملیں اور حمید کو ایسا محسوس ہوا جیسے اُسے اُس کا حکم ماننا ہی پڑے گا..!

''کرنل فریدی......!'' ولی جاہ گونجیلی آواز میں بولا۔ ''میری طرف دیکھو!''

فریدی نے زہریلی ہنسی کے ساتھ کہا۔ ''تمہاری یہ خواہش ضرور پوری کروں گا......!''

حمید نے دیکھا کہ دونوں پلکیں جھپکائے بغیر ایک دوسرے کو گھورے جا رہے ہیں اور پھر یک بیک ولی جاہ لڑکھڑاتا ہوا دیوار سے جا لگا تھا۔

اس کی سانسیں تیزی سے چل رہی تھیں اور چہرہ پسینے سے تر ہو گیا تھا...... اتنے میں فریدی نے بائیں ہاتھ سے اپنے قریب کھڑے ہوئے غوطہ خور کی گردن پر گھونسہ رسید کر دیا اور وہ لڑکھڑاتا ہوا دور جا گرا شائد اس نے فریدی کے ریوالور پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی تھی!

''خاموشی سے تم لوگ خود کو گرفتاری کیلئے پیش کر دو!'' فریدی نے انھیں مخاطب کیا۔

''اور میں تم سے کہتا ہوں کہ ریوالور زمین پر ڈال دو۔'' ولی جاہ کی آواز سنائی دی۔

''میرا ہاتھ اس بٹن پر ہے جس کے دباتے ہی ہم سب فنا ہو جائیں گے......!''

''نہیں نہیں ایسا نہ کرنا۔'' یہ عالیہ نریمان کی آواز تھی۔ حمید چونک پڑا۔ وہ تو اس کے وجود ہی کو فراموش کر بیٹھا تھا اس نے عالیہ کی طرف دیکھا اور کوئی عجیب سی بات محسوس کی۔ اور پھر وہ عجیب سی بات اس کی سمجھ میں آ گئی! جب وہ یہاں آیا تھا تو عالیہ کے چہرے پر تاریک شیشوں والی عینک نہیں تھی......!

''نہیں! میں سب کچھ تباہ کر دوں گا......!''

''نہیں نہیں......!'' عالیہ گھگھیائی۔ ''میں ان لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کروں گی کہ ہم لوگ دشمن نہیں ہیں۔ اصل دشمن اسٹیفن بروس تھا جسے ان لوگوں نے نکل جانے دیا....!''

''بیکار ہے!'' ولی جاہ بولا۔ ''یہ بات ان کی سمجھ میں نہیں آئے گی!''

''مجھے کوشش کرنی چاہئے!''

حمید نے محسوس کیا کہ فریدی نے صرف ایک ہی بار عالیہ کی طرف دیکھا تھا اور پھر ولی جاہ کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

''تم خاموش رہو!'' ولیجاہ نے جھلائے ہوئے لہجے میں عالیہ نریمان سے کہا تھا۔

''اوہ...... ٹھہرو......'' فریدی بولا۔ ''تو کیا سمجھوتے کی بھی کوئی صورت ہے...... میں ضرور سنوں گا......!''

''ہم تمہارے ملک کے مفاد کے خلاف کچھ نہیں کر رہے!'' عالیہ نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔

''اس پر کس طرح یقین کر لیا جائے۔''

''عالیہ...... فضول باتیں ختم کرو......!'' ولی جاہ چیخا۔ ''جزیرے کو پولیس نے گھیر لیا ہو گا...... میں بٹن دبانے جا رہا ہوں......!''

پھر دفعتاً وہ چیخ مار کر نیچے گر گیا۔ فریدی کے ریوالور سے ہلکی سی ''ٹرچ'' کی آواز نکلی تھی...!

ولی جاہ کی چیخ کے ساتھ ہی ایک دھماکہ بھی ہوا۔ اور کمرے میں گہرا دھواں پھیل گیا۔

وہ سب چیخنے لگے...... حمید کا سر چکرایا تھا اور اس نے محسوس کیا تھا کہ لوگ ایک دوسرے پر دھڑام گر رہے ہیں! اس سے بھی کوئی ٹکرایا تھا اور اسے ساتھ لیتا ہوا فرش پر ڈھیر ہو گیا تھا۔ پھر ہوش وحواس کھونے سے قبل ہی اُسے یقین ہو گیا تھا کہ یہ دھماکہ اس کی زندگی کا آخری ہی دھماکا ہو سکتا تھا......!

دوسری بار آنکھ کھلی تو کاربائیڈ کے چراغوں کے بجائے بجلی کے گلوب نظر آئے...... اور بستر نرم وگرم محسوس ہوا اور ایک بڑا خوبصورت چہرہ اس پر جھکا ہوا تھا......!

''مم.... میں....!'' وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ''میں جنت میں ہوں یا جہنم میں..!''

''آپ قومی زنانہ ہسپتال میں ہیں جناب!'' خوبصورت چہرے سے جواب ملا......!

حمید نے پھر آنکھیں بند کر لیں......!

مرنے کے بعد اعمال کی جزا یا سزا سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اُس نے سوچا...... لیکن قومی زنانہ ہسپتال...... کیا بات ہوئی...... اس نے پھر آنکھیں کھول دیں......

اس بار دو خوبصورت چہرے اس پر جھکے ہوئے تھے!

''میں زنانہ ہسپتال میں کیوں ہوں!'' اس نے آہستہ سے پوچھا۔

''ہوش میں ہیں......!'' ایک نے دوسری سے کہا۔

''میری بات کا جواب دو......!'' حمید نے اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

''آپ لیٹے رہیے جناب...... قریب ترین میڈیکل ایڈ سینٹر ہونے کی بناء پر آپ یہاں ہیں ورنہ اور کوئی خاص بات نہیں......!'' نرس نے جواب دیا اور اس تختی کی طرف دیکھنے لگی

جس پر تحریر تھا۔ ''زچہ خانے میں زیادہ دیر ٹھہرنے سے اجتناب کیجئے......''

حمید نے بھی تختی کی طرف دیکھا تھا اور بھنا کر اٹھ بیٹھا تھا۔

''قریب ترین میڈیکل ایڈ سینٹر میں...... یہی جگہ رہ گئی تھی میرے لیے!'' وہ اپنا اوپری ہونٹ بھینچ کر بولا۔

''کہیں کوئی بیڈ خالی نہیں تھا جناب!''

''میں اطلاع دے دوں......!'' ایک نرس کہتی ہوئی باہر چلی گئی اور دوسری نے گلاس میں کوئی مشروب حمید کو پیش کیا۔

''ارگٹ مکسچر......!'' حمید نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''ارے نہیں جناب!'' وہ کھسیانی ہنسی کے ساتھ بولی۔

اتنے میں کرنل فریدی کمرے میں داخل ہوا...... حمید نے اُسے گھور کر دیکھا۔ وہ حسب معمول مطمئن اور پرسکون نظر آ رہا تھا......!

''تم جا سکتی ہو......!'' فریدی نے نرس کی طرف دیکھے بغیر کہا اور وہ باہر چلی گئی۔

''کیا اس وقت ہم عالم بالا کے کسی زچہ خانے میں پائے جاتے ہیں!'' حمید نے برا سا منہ بنا کر پوچھا۔

''بھئی تارجام میں قریب ترین ہسپتال یہی تھا۔''

''کتنے مرے......؟'' حالانکہ آپ نے فائر کرنے میں پھرتی دکھائی تھی لیکن پھر بھی اس نے بٹن دبا ہی دیا تھا......!

''کیسا بٹن...... وہاں تو کچھ بھی نہیں تھا...... اُس نے خواہ مخواہ دھمکی دی تھی......!''

''تو پھر وہ دھماکہ......؟''

''گیس کا چھوٹا سا دستی بم تھا...... جو غالباً اس کی سیکریٹری نے استعمال کیا تھا۔ میں نے دھواں دیکھتے ہی چہرے پر ماسک چڑھا لیا تھا۔ اور بقیہ لوگ بے ہوش ہو گئے تھے۔ وہ نکل گئی...... اور وہ دونوں بھی جو غوطہ خوری کے لباس میں تھے......!''

''کیا ولی جاہ مر گیا؟''

''زندہ ہے...... میں نے اس کے پیر پر فائر کیا تھا۔ اس وقت تک آپریشن کر کے گولی

نکال لی گئی ہو گی......!''

''لیکن اگر عالیہ نریمان نکل گئی تو میں قاسم کو کیا منہ دکھاؤں گا!''

''قاسم......!'' فریدی نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔''وہ اب ساری دنیا کو تباہ کر دینا چاہتا ہے!''

''کیوں......؟''

''بقول اس کے عاصم صاحب نے اس کی دنیا تباہ کر رکھی ہے۔ مجھ سے کہہ رہا تھا کہ اگر اب ولی جاہ مل گیا تو میں اپنے باپ کی ''تباہی کا خواب'' دیکھوں گا۔ چاہے پچاس ہزار ہی کیوں نہ دینے پڑیں۔ اچھا اٹھو یہاں سے...... اگر کوئی ڈلیوری کیس آ گیا تو تمہیں پریشانی ہو گی......!''

ہسپتال کی کمپاؤنڈ میں لنکن موجود تھی! وہ دونوں اگلی سیٹ پر آ بیٹھے اور دفعتاً حمید پر ہنسی کا دورہ پڑ گیا! فریدی اُسے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

''کیا دماغ خراب ہو گیا ہے۔''

''ارے صاحب......!'' حمید پیٹ دبائے ہوئے کراہا۔''اس بار تو آپ نے کمال ہی کر دیا۔ وہ جنگ لڑی ہے آپ نے کہ عورتوں کے علاوہ اور کسی کے بس کا روگ نہیں......!''

''کیا بکواس ہے؟''

''آنکھوں کی جنگ......!'' حمید نے کہہ کر پھر قہقہہ لگایا اور بولا۔''میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ دوسروں کی للکار پر بہت زیادہ سینہ سپر ہونے لگے ہیں......! اس نے آنکھیں لڑانے کے لیے للکارا اور آپ ڈٹ گئے......!''

''اُوہ......!'' فریدی بھی ہنس پڑا......''وہ مجھے اپنی قوت ارادی کے تحت لانا چاہتا تھا میں نے کہا یہ بھی سہی......!''

''حضور مجھے ڈر ہے کہیں اب آپ کے کارناموں کی پیروڈیاں نہ لکھی جانے لگیں! ویسے مجھے یقین ہے کہ آپ آنکھوں کی جنگ کے بھی ماہر ہیں۔ میں نے ولی جاہ کو لڑکھڑا کر پیچھے ہٹتے دیکھا تھا۔ لیکن افسوس وہ نکل گئی۔ لیکن کیسے گئی۔ اس جزیرے سے نکل جانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ کیا باہر سے وہ جگہ گھیرے میں نہیں تھی......!''

''حمید صاحب...... مین بالکل تنہا تھا......'' فریدی نے کہا اور ولی جاہ کی دھمکی کا تذکرہ کرتا ہوا بولا۔ ''میں اتنا بڑا خطرہ نہیں مول لے سکتا تھا یقین کرو کہ اگر پہلے سے اسے وہاں میری موجودگی کا علم ہو جاتا تو وہ تمہیں زندہ نہ چھوڑتا......'' فریدی نے کہا اور انجن اسٹارٹ کر دیا۔ گاڑی ہسپتال کی کمپاؤنڈ سے نکل کر ایک طرف روانہ ہوگئی اور فریدی پھر بولا۔

''میرا خیال ہے کہ وہ انہیں دونوں غوطہ خوروں کے ساتھ جھیل میں اتر گئی ہوگی......!''

''ولی جاہ نے مجھے بتایا تھا کہ وہ پانی میں شہر تعمیر کر رہے ہیں!''

''بکواس ہے۔ کتنی دیر وہ پانی میں رہ سکیں گے......اس وقت پوری جھیل پر ہمارے موٹر بوٹ چکراتے پھر رہے ہوں گے......!''

''یہ غالباً پچھلی ہی رات کا واقعہ ہے اور اس وقت دس بجے ہیں!''

''اُوہ ختم کرو۔ ولی جاہ ہمارے قبضے میں ہے وہ اگر نکل بھی گئی تو کیا ہے!''

''اوہ...... میرے خدا......!'' دفعتاً حمید چونک کر بولا۔ ''وہ منحوس نقلی پستول، کیا آپ اب بھی اس کے بارے میں نہ بتائیں گے۔''

''مجھے موقع کب مل سکا تھا کہ تمہیں اس کے بارے میں بتاتا۔ وہ پستول نہیں کیمرہ ہے۔ آٹھ ملی میٹر کا مووی کیمرہ۔ اس میں ایک عدد ایکسپوزڈ ریل بھی موجود تھی اور حمید صاحب وہی ریل تم تک پہنچنے کا ذریعہ بنی ورنہ میرے فرشتوں کو بھی علم نہ ہوسکتا کہ وہ لوگ تمہیں کہاں لے گئے ہیں۔'' پھر وہ اسے بروس کی کہانی سنانے لگا۔ خاموش ہوا تو حمید بولا۔

''کیا وہ ولی جاہ ہی کے آدمی تھے جنہوں نے ہاف مون میں اسٹیفن کو گھیرنا چاہا تھا......!''

''نہیں سب اپنے ہی آدمی تھے۔ جب انھوں نے دیکھا کہ وہ مدہوش عورت کو گاڑی تک پہنچا کر واپس آ گیا ہے تو انھوں نے اسے یونہی خواہ مخواہ غصے میں گھورنا شروع کر دیا۔ اسٹیفن سمجھا شائد وہ خطرے میں ہے لہٰذا بہت زیادہ بدحواس نظر آنے لگا۔ مجھے اس کی اطلاع فون پر ملی اور میں نے اصل اسکیم سے ہٹ کر موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دوسرا ڈرامہ کر ڈالا۔ اصل اسکیم تو زبردستی اس کا اغواء تھی! اور اس کی ضرورت یوں پیش آئی تھی کہ اس سے پوچھ گچھ کرنے کے لیے مجھے اُوپر سے اجازت لینی پڑتی لیکن تمہاری وجہ سے میرے پاس اس کا وقت نہیں تھا......!''

''ولی جاہ کہہ رہا تھا کہ اسٹیفن بروس کو اچانک انڈونیشیا بھیج دیا گیا! اور اسی سے اس نے اندازہ لگایا تھا کہ آپ اصل حالات سے واقف ہو چکے ہیں......!''

''ہاں یہ ٹھیک ہے! اس نے اسی وعدہ پر مجھے سب کچھ بتایا تھا کہ میں اسے خاموشی سے نکل جانے دوں گا۔ اُسے ایک سیکرٹ ایجنٹ کی حیثیت سے بدنام کر کے اس کے ملک کو واپس نہ کیا جائے گا......!''

حمید کچھ دیر خاموش رہا پھر چونک کر بولا۔ ''یہ تو بتائیے...... کہ آپ اور مقصود ڈاکوؤں کے بھیس میں جنگلوں میں آ گھسے تھے پھر ولی جاہ کو کیونکر اطلاعات ملتی رہی تھیں کہ آپ شہر سے باہر نہیں نکلتے کبھی سنگ سنگ بار میں دیکھے گئے اور کبھی کہیں اور......!''

''ڈاکوؤں کے روپ میں ادھر جانے کے لیے ضروری تھا کہ شہر میں ایسا آدمی چھوڑا جائے جو میرا رُول ادا کر سکے۔ لہٰذا بلیک فورس کا ایک ممبر میری پراُسی کرتا رہا تھا۔ بہرحال مقصود ولی جاہ کے آدمیوں کے ہاتھ لگا۔ میں بھی اسی طرح اس کے آدمیوں کے ہاتھ لگ سکتا تھا لیکن جنگلوں کے محافظ ہمیشہ آڑے آتے رہے۔ مجھے ان سے بچنا تھا اور ولی جاہ کے آدمیوں تک پہنچنا تھا! بہرحال اس ہنگامے کی بناء پر مزید محافظ دوسری جگہوں سے طلب کئے گئے اور میرے آدمیوں کو اس کا موقع مل سکا کہ وہ بھی انھیں محافظوں میں شامل ہو کر جنگلوں میں داخل ہو جائیں۔ بہرحال مجھے شبہ تھا کہ جھیل کے درمیان خشکی کا جو حصہ ہے وہی ان لوگوں کی پناہ گاہ ہو سکتی ہے لہٰذا میرے آدمیوں نے اندازہ کرنے کے لیے محافظوں کے روپ میں خشکی کے اس حصے کا ایک چکر لگایا انھوں نے اس حصے تک پہنچنے سے پہلے ہی دوربینوں کے ذریعے دیکھا تھا کہ کچھ لوگ پانی میں کود رہے ہیں! تمہارے بیان کے مطابق ولی جاہ کے لیے ان سب حرکتوں کا مقصد محض ان ڈاکوؤں کی تلاش تھا میں بھی اسے یہی باور کرانا چاہتا تھا۔ مختصراً یہ کہ شام تک اتفاق سے میں اس جگہ جا پہنچا جہاں ولی جاہ کے کچھ غوطہ خور موجود تھے! ان میں سے ایک میرے ہاتھ لگا اور میں نے اسے بے بس کر کے اس کا غوطہ خوری والا لباس حاصل کر لیا۔ وہ جدوجہد کے دوران ہی میں مر گیا تھا اس لیے اس کی جگہ لینے میں اور بھی آسانی ہوئی!''

''اتنی جلدی میں آپ نے اس کا میک اپ کر لیا تھا......!''

''قطعی نہیں! ضرورت ہی کیا تھی۔ چہرے تو ان دونوں کے بھی نقاب ہی میں چھپے ہوئے تھے۔ وہ غالباً اسی کشتی کے بارے میں چھان بین کرنے اس کنارے تک آئے تھے!''

''لیکن سنئے تو سہی۔ اس نے تو کوئی نام لے کر آپ کو مخاطب کیا تھا جب آپ نے ماسک ہٹایا تھا چہرے سے......!''

''اور اسی بات سے میں نے اندازہ لگایا کہ وہ اپنے آدمیوں کو ان کے لباس پر پڑے ہوئے نمبروں سے پہچانتا ہے۔ ان کے چہرے سے نہیں۔ اس کا یہ مطلب ہوا کہ بے شمار آدمی اس کیلئے کام کر رہے ہیں۔ ان کے نمبروں کے توسط سے صرف ان کے نام یاد ہیں!''

''خیر......چھوڑیئے! مجھے الجھن ہو رہی ہے۔ لیکن یہ ضرور پوچھوں گا کہ یہ لوگ یہاں کیا کر رہے تھے؟''

''اسٹیفن بروس کی فراہم کردہ اطلاع کے مطابق جیرالڈ شاستری نے اس کے ملک سے ریڈیم کا ایک بہت بڑا ذخیرہ غائب کر دیا تھا۔ یہ ذخیرہ اس وقت بھی اس کی زیر زمین دنیا میں موجود تھا جب وہ تباہ ہوئی تھی۔ بروس کا کہنا تھا کہ چونکہ وہاں ریڈیم کی تابکاری کے آثار نہیں ملے لہٰذا خیال کیا جاتا ہے کہ وہ ذخیرہ اب بھی پانی میں کہیں محفوظ ہے! بروس بھی اس کی تلاش میں تھا کہ اسے ولی جاہ کی موجودگی کا علم ہوا۔ لیکن میرے نظریئے کے مطابق ولی جاہ کی پارٹی بہت پہلے سے نہ صرف اس کے چکر میں تھی بلکہ اسٹیفن بروس کی بھی نگرانی کرتی رہی تھی......!''

''جہنم میں جائے!'' حمید بڑبڑایا۔ ''ریڈیم......ریڈیم سب بکواس ہے۔ ان سبھوں کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ مجھے نیند آ رہی ہے......!'' پھر وہ سچ مچ اونگھنے لگا تھا اور آہستہ آہستہ اس پر گہری نیند مسلط ہو گئی!

شہر پہنچ کر فریدی نے اسے جگایا۔ ان کی گاڑی آر لکچنو کی کمپاؤنڈ میں رکی تھی! وہیں انھوں نے دوپہر کا کھانا کھایا اور پھر چل پڑے۔

''اب کہاں جا رہے ہیں......!''

''ولی جاہ سے نہیں ملو گے......وہ پولیس ہاسپٹل میں ہے!''

''اس منحوس سے مل کر کیا کروں گا۔ عالیہ نریمان تو نکل ہی گئی!'' حمید بولا۔

ولی جاہ کا آپریشن ہو چکا تھا اور وہ ہوش میں تھا۔ البتہ اس کے چہرے پر کرب کے آثار تھے جو فریدی کو دیکھ کر اور زیادہ گہرے ہو گئے۔

فریدی اسے خاموشی سے گھورتا رہا پھر بولا۔ ''کیا تم نے ریڈیم کے ذخیرے کا پتہ لگا لیا ہے......!''

''ریڈیم کا ذخیرہ...... کیسا ریڈیم کا ذخیرہ!'' ولی جاہ کی آنکھوں میں کرب کے ساتھ ہی حیرت کے آثار بھی نظر آئے۔ پھر وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ''خدا کے لیے مجھے اس کی موت کی خبر نہ سنانا۔''

''کس کی موت کی خبر......؟''

''عالیہ نریمان کی......!''

''ارے...وہ....! اُس نے گیس کا دستی بم استعمال کیا تھا اور بڑی صفائی سے نکل گئی تھی۔''

''مجھے تمہارے رحم وکرم پر چھوڑ کر......!'' ولی جاہ متحیرانہ انداز میں چیخا۔

''فضول باتیں ختم کرو۔ ریڈیم کے ذخیرے کی بات کرو۔ جسے جھیل میں تلاش کر رہے تھے!''

''میں کسی ریڈیم کے ذخیرے کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتا۔ وہ تو پانی میں ایک شہر تعمیر کرا رہی تھی! لیکن وہ بے وفا نکلی۔ میں اس کا ایک ادنیٰ غلام بن کر رہ گیا تھا۔ اوہ اولیویا......تم مجھے اس طرح چھوڑ گئیں......!''

''اولیویا......لیکن اس کا نام تو عالیہ تھا!''

''نہیں......نہیں......نہیں اس کا نام اولیویا نارمن تھا۔ وہ جرمن تھی میں ایرانی ہوں۔ میری محبت میں اس نے اپنا نام اولیویا نارمن سے بدل کر عالیہ نریمان رکھ لیا تھا......''

پھر ولی جاہ نے ایک متحیر کن کہانی شروع کی۔ وہ بھرائی ہوئی آواز میں کہہ رہا تھا۔

''بظاہر وہ میری سیکریٹری کا رول ادا کرتی تھی...... لیکن حقیقتاً میری مالکہ تھی۔ اتنی ذہین اور چالاک عورت شائد روئے زمین پر دوسری نہ مل سکے......! تم کیا سمجھتے ہو کہ تم اتفاقاً ہم لوگوں کے پیچھے لگے تھے...... ہرگز نہیں......! وہ خود ہی چاہتی تھی کہ تمہیں اپنی طرف متوجہ کرے۔ وہ اُولیویا نارمن ہے دنیا کی چالاک ترین عورت...... کیا

اس سے ایسی حماقت سرزد ہو سکتی تھی کہ کوئی ایسا مووی کیمرہ جس میں ہمارا راز پوشیدہ ہو کسی معمولی ٹیکسی ڈرائیور کے سپرد کر دیتی۔ مقصد یہی تھا کہ ٹیکسی ڈرائیور کسی موقع پر اسے استعمال کرنا چاہے اور کیپٹن حمید اس سے وہ پستول نما کیمرہ چھین لے۔ اس طرح اس نے ایک ہی چال میں دو بساطیں الٹیں۔ اسٹیفن بروس کو تمہاری نظروں میں لائی اور تمہیں اپنے پیچھے بھی لگایا لیکن یہ سب کچھ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ اسٹیفن بروس کو تو وہ اپنے راستے سے ہٹانا چاہتی تھی لیکن آخر تمہیں کیوں اپنی طرف متوجہ کیا؟ وہ کہتی تھی کہ تم اس کے بہت پرانے شناسا ہو!'

وہ خاموش ہو گیا اور فریدی کے چہرے پر حمید نے عجیب سے کیفیتیں دیکھیں۔ بالکل ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کسی بھیڑ یئے نے آس پاس شکار کی بو سونگھ پائی ہو۔ آخر کار ولی جاہ کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا غرایا۔ ''کیا تم اسے بہت چاہتے ہو!''

''بہت زیادہ لیکن ہمیشہ یہ دھڑکا لگا رہا ہے کہ وہ کہیں نہ کہیں ضرور میری گردن کٹوا دے گی۔ سو دیکھ لو۔ خود نکل گئی اور میں تمہارے رحم وکرم پر پڑا ہوا ہوں!''

''کیا تمہارے پاس اُس کی کوئی تصویر ہے؟''

''تھی۔ میری جیکٹ کی جیب میں۔ ہسپتال والوں نے مجھے میری جیکٹ واپس نہیں کی۔ اس کی تصویر ہر وقت میرے پاس رہتی ہے۔ اس کی موجودگی میں بھی اور عدم موجودگی میں بھی......!''

فریدی نے وہیں جیکٹ طلب کرائی! ولی جاہ کا بیان غلط نہیں تھا۔ ایک جیب سے عالیہ نریمان کی تصویر برآمد ہوئی اور فریدی بے ساختہ چونک کر بولا۔ ''بیشک'' پھر حمید نے اسے دروازے کی طرف دوڑتے دیکھا۔ حمید بھی لپکا تھا۔ لیکن جتنی دیر میں برآمدے تک پہنچتا لنکن اسٹارٹ بھی ہوئی اور تیزی سے احاطہ کے باہر بھی نکل گئی۔

''میں بہت تھک گیا ہوں!'' حمید برا سا منہ بنا کر بڑبڑایا۔ ''متحیر رہ جانے کی بھی سکت نہیں رہی مجھ میں۔''

ختم شد